سلطان علی بیگ
حویلیاں ...... ضلع ہزارہ

یا بدر تو عذر خواہ آمدہ ام
بگریختہ بودم ہر ا آمدہ ام
اکنوں ز پئے عذر گناہ آمدہ ام
بپذیر کہ با حال تباہ آمدہ ام

اے کمر بستہ بخونریزی اولاد رسول
ہیچت آخر ز خداوند جہاں شرم نہ بود
ہیچ اندیشہ نہ کردی کہ رسول ثقلین
از پئے حرمت ایشاں چہ وصیت فرمود
آہ از آں دم کہ کند فاطمہ از جور تو داد
مصطفیٰ بر تو غضبناک و علی خشم آلود

تا کسے کز جام بغض مرتضیٰ یکجرعہ خورد
دست ساقی فنا زہر ہلاکش مے دہد
حال او امروز ایں ست و فردا روز حشر
من نمیدانم کہ از خشم الہی چوں رسد

اے جان سخن ز دست و دل تو تراب کن ۔ آباد ساز کعبہ خیبر خراب کن
با ہر کہ آں زنش گرفتہ زنش گیر ۔ و ز ہر چہ اجتناب نمود اجتناب کن

شبیر عباس ۔ (ایاز کا دوست) ۔

چک نمبر 37 شمالی ۔ سرگودھا ۔

فون ۔ 718140

اِس کتاب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اُن غزوات

کا مختصراً تذکرہ ہے۔ جو سنہ ۴ ھ سے سنہ ۱۰ ھ تک ہوئے۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	غزوۂ بنی نضیر	۱
۲	موعود لڑائی	۴
۳	غزوات - ذات الرقاع دومتہ الجندل - بنی المصطلق	۶
۴	خندق کی لڑائی	۱۲
۵	بنی قریظہ کی مزاج پرسی	۲۳
۶	سریہ محمدؐ بن مسلمہ	۲۷
۷	صلح حدیبیہ	۳۲
۸	غزوۂ خیبر	۳۹
۹	مکہ کا سفر	۵۱
۱۰	سریہ موتہ	۵۶
۱۱	فتح عظیم یا فتح مکہ	۶۱
۱۲	جنگ حنین	۷۲
۱۳	طائف کا محاصرہ	۷۵
۱۴	بنی تمیم کی سرکوبی	۸۰
۱۵	جنگ تبوک	۸۲
۱۶	ابوسفیان اور شاہ روم	۹۹
۱۷	حجۃ الوداع	۱۰۵
۱۸	دار فانی سے رحلت	۱۱۰

غزوہ بنی نضیر سنہ ۴ ھ یہ غزوہ سنہ ۴ ھ میں ماہ ربیع الاول میں یہود کے ساتھ ہوئی۔ اور اس غزوہ میں بغیر کسی خونریزی کے مسلمانوں کو کامیابی نصیب ہوئی۔

مورخین اس باب کی تفصیل اس طرح بیان کرتے ہیں۔ کہ غزوہ بیر معونہ کے شریک دو آدمی عمرو بن اُمیہ اور عامر بن طفیل آزادی حاصل کر کے مدینہ کی طرف آ رہے تھے۔ اور بنی عامر کے دو شخص جنہیں رسول اللہؐ نے جان کی ذمہ داری عطا کر رکھی تھی۔ جا رہے تھے جب یہ دونوں آمنے سامنے ہوئے تو عمرو جو اس ذمہ داری سے واقف نہ تھے۔ بنی عامر کے دونوں آدمیوں کو دشمن قبیلہ کے آدمی سمجھ کر قتل کر دیا۔ اور مدینہ پہنچ کر بڑے فخریہ انداز میں رسول اللہؐ سے بیان کر دیا۔ گو عمرو کا یہ فعل انتقامی فعل تھا۔ لیکن رسول اللہؐ چونکہ دونوں کو جان کی امان دے چکے تھے۔ اس لئے ان دونوں مقتولین کے ورثہ نے خون بہا کا مطالبہ کر دیا اور یہ رسول اللہؐ کے لئے ادا کرنا ضروری ہو گیا۔ لیکن خون بہا کی رقم کا آپ کو پتہ نہ تھا کہ کتنی رقم ادا کی جائے۔ اس لئے آپ جناب ابوبکرؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور حضرت عمر فاروقؓ کے ہمراہ ہفتہ کے روز قبا تشریف لائے پہلے آپ نے وہاں نماز پڑھی اور پھر بنی النضیر کے محلے میں تشریف لے گئے۔ تاکہ اُن سے مشورہ کر کے خون بہا رقم طے کر کے اُن کو دیدی جائے۔

جس وقت آپ اور آپ کے ساتھی اکابر یہود سے بات چیت کر رہے تھے تو ایک یہودی کے ایک مکان کی دیوار سے پشت لگائے تھے۔ یہودیوں نے آپ کی جان لینے کا یہ موقعہ نہایت ہی غنیمت جانا۔ کیونکہ اُسی دیوار پر ایک بڑا پتھر رکھا ہوا تھا

یہ پتھر رسول اللہ پر گرا کر آپ کی جان لینے کا منصوبہ بنایا۔ اور اس کام کے لئے ایک شخص
عمرو بن جحاش کو مقرر کیا کہ وہ دوسری طرف سے جا کر پتھر رسول اللہ کے اوپر گرا دے
لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو دشمن کے فاسد ارادہ سے باخبر کر دیا۔ اور آپ اسی وقت مزید
مزید کچھ بات چیت کئے بغیر اُٹھ کر مدینہ واپس آ گئے۔ بعد میں آپ کے تینوں صحابی بھی آ گئے
پھر رسول اللہ نے یہود کے فاسد ارادے سے عام مسلمانوں کو باخبر کیا اور عام مسلمانوں
کو یہود سے لڑنے کے احکام جاری فرمائے۔ اس کے بعد آپ نے محمد بن مسلمہ کو یہود
کے پاس بھیجا۔ اور حکم دیا۔ یہود دس دن کے اندر اندر مدینہ سے نکل جائیں اور
میرا شہر خالی کر دیں۔ اور اگر مقررہ دن کے بعد کوئی شخص یہود میں سے پایا گیا تو
اُس کی گردن ماردی جائیگی۔ ابن سعد راوی ہیں کہ جب یہود کو یہ پیغام پہنچا
تو اُنہوں نے اس کی تعمیل نہیں کی۔ اور لڑائی کی تیاری کی اور ذی الجدر کے
ہم قبیلہ لوگوں کو تیز رفتار سوار بھیج کر اپنی مدد کے لئے بلایا۔ مدینہ کے رأس منافقین
عبداللہ بن ابی نے یہود کی حوصلہ افزائی کی۔ اور اُنہیں یقین دلایا۔ کہ وہ گھروں
سے نہ نکلیں۔ قلعہ بند ہو جائیں۔ میں اُن دو ہزار افراد کو جو بنی قریظہ اور غطفان
سے ہیں لیکر تمہاری مدد کو آتا ہوں۔ یہود کو ابن ابی کا جب یہ پیغام ملا تو اُن کے
سردار حیی بن اخطب نے رسول اللہ کو پیغام کا جواب بھجوا دیا کہ ہم اپنے گھروں کو کسی
صورت میں نہیں چھوڑینگے۔ جب یہ صورت حال پیدا ہو گئی تو رسول اللہؐ نے بھی
جنگ کی تیاری کی اور صحابہ کی ایک جماعت لیکر جب کہ حضرت علیؓ علم بردار تھے
ظہر کے وقت روانہ ہوئے اور عصر کی نماز بنی النضیر کی بستی کے قریب پڑھی۔

یہود نے یہاں آپ کا استقبال تیروں اور پتھروں سے کیا۔ لیکن پھر جلدی ہی ہوش
میں آ گئے اور محصور ہونے کو ہی کافی سمجھا۔ دراصل عبداللہ بن ابی کو جو یہود کا سردار
تھا۔ بنی قریظہ اور غطفان کی امداد پر بڑا بھروسہ تھا۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی ان کی
امداد کو نہ آیا۔ اور یہود میں لڑائی جاری رکھنے کا حوصلہ نہ تھا۔ اس لئے اُنہوں نے لڑائی پر
مصالحت کو ہی ترجیح دی۔ اور پیغام بھیجا کہ ہم جلاوطن ہونیکو تیار ہیں۔ ابن خلدون
راوی ہیں کہ اُس وقت عبداللہ بن ابی نے جو شرائط پیش کیں وہ رسول اللہؐ نے منظور
فرمالیں۔ شرائط میں یہ بھی تھا کہ جلاوطنی کے وقت اتنا سامان لے جانیکی اجازت
ہوگی جتنا تمہاری سواریاں اُٹھا سکیں۔ اس سامان میں اسلحہ شامل نہیں ہوگا
یہ محاصرہ چھ دن تک جاری رہا اور چھ دن ہی میں یہود کے حوصلے جواب دے گئے۔
مورخ لکھتے ہیں کہ یہود جلاوطنی کے وقت مکانوں کے دروازے اور کھڑکیاں تک
اکھاڑ کر لے گئے۔ اس جبت میں تین سو چالیس تلواریں پچاس زرہیں اور پچاس
بیضہ مسلمانوں کے ہاتھ آئے کچھ اور سامان اور زمین بھی ملی جسے رسول اللہؐ
نے ریاست کی ملکیت میں لے لیا۔ اور پھر اُس میں سے غریب مہاجرین کو حصہ دیا
تا کہ اُن کی معیشت درست ہو جائے ان میں دو غریب انصار ابو دجانہ اور سہل بن حنیف
کو بھی شریک کر لیا تھا۔ کیونکہ یہ دونوں امداد کے مستحق تھے۔ لکھا ہے کہ یہود اور
اُن کے بچے عورتیں جب جا رہے تھے تو ڈھول اور باجے بجا رہے تھے۔ اور یہ سب
خیبر کی طرف چلے گئے۔ مکہ کے قریش کو جب یہ خبر پہونچی اور اُنہیں تمام حالات سے
آگاہی ہوئی تو اُنہیں ایسا محسوس ہوا جیسے محمد رسول اللہ اور اُن کے ساتھیوں نے آسمان کو
چھو لیا ہو۔

موعود لڑائی - اِس لڑائی کا دوسرا نام غزوۂ بدر الموعد ہے۔ یہ ۴ھ میں اُحد کی جنگ کے پورے ایک سال کے بعد ہوئی۔ جب کہ ابوسفیان نے اُحد کے میدان سے جاتے وقت یہ آواز لگائی تھی کہ ہم اگلے سال یعنی پورا ایک سال گذر جانے کے بعد تم سے بدر الصفرا کے مقام پر ملیں گے۔ اور لڑینگے تو رسول اللہؐ نے حضرت عمرؓ سے کہا تھا کہ جواب دو۔ ہاں انشاءاللہ ایسا ہی ہوگا۔ لیکن جب ایک سال گذر گیا اور وہ دن قریب آیا جس کے لئے ابوسفیان نے بڑے فخریہ انداز میں رسول اللہؐ کو للکارا تھا تو وہ مکہ سے نہ نکلا۔ بلکہ اپنا ایک سفیر جو نہایت چالاک اور ہوشیار تھا جس کا نام مسعود الاشجعی تھا بہلا پھسلا کر بہت بڑے لالچ کے تحت مدینہ روانہ کیا تاکہ وہ کسی طرح رسول اللہؐ کو بدر کی طرف آنے سے باز رکھے۔ جب یہ چالاک اور مکار سفیر مدینہ آیا۔ تو اس نے رسول اللہؐ کو اور آپ کے ساتھیوں کو ابوسفیان کی حربی تیاریوں سے خوب خوب ڈرایا۔ اور خوب مبالغہ آمیزی سے کام لیا۔ لیکن رسول اللہ پر اس کی کسی بات کا اثر نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ بخدا ہم بدر کی طرف ضرور جائینگے خواہ ہمارے ساتھ کوئی بھی نہ جائے۔ اِس طرح ابوسفیان کی سفارت ناکام ہوگئی۔ اور آپ بڑی شان و شوکت کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ اِس روز آپ کے ساتھ پندرہ سو لڑاکے جوان اور دس گھوڑے تھے اِس دفعہ مسلمان اپنے ساتھ بہت سا تجارت کا سامان بھی لائے تاکہ بدر الصفرا کے بازار میں شریک ہوں جو مشہور عالم بازار تھا۔ اور ہر سال ذیقعدہ کے مہینے میں لگتا تھا۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ یہ بازار شعبان کے مہینے میں لگتا تھا

مورخین کی رائے ہے کہ رسول اللہ ماہ شعبان میں بدر کی جانب روانہ ہوئے تھے۔ مسلمان اپنے ہمراہ جو مال تجارت لائے تھے۔ اُس میں اُنہیں بہت زیادہ منافع ہوا۔ الطبری کے بیان کے مطابق اُنہیں ایک درہم کی چیز کے عوض دو دو درہم ملے۔

رسول اللہؐ یہاں آٹھ روز تک خیمہ زن رہے۔ لیکن نہ قریش وہاں آئے اور نہ ہی اُن کا کوئی سفیر ہی آیا۔ البتہ آٹھ روز کے بعد یہ خبر ملی کہ ابوسفیان مکہ سے دو ہزار آدمیوں کے ساتھ چلا تھا۔ لیکن مر الظہران پہنچ کر واپس ہوگیا۔ اور واپسی کی وجہ یہ بیان کی کہ ہمارے لئے برسات کے سال کے سوا کوئی دوسرا سال مفید نہیں۔ اگر برسات کا سال ہوتا تو ہم ہرے بھرے درختوں سے لطف اندوز ہوتے اونٹوں کو چراتے دودھ پیتے۔ مگر یہ تو خشک سالی کا سال ہے۔ اس لئے ہمیں واپس ہو جانا چاہئے۔ ابوسفیان جو جھوٹی شہرت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اُسے نہ ملی۔ گو بدر پر اِس سال لڑائی نہ ہوئی۔ لیکن اخلاقاً یہ اُن کی بڑی فتح تھی اور اُن کی پیشانی اِس داغ سے صاف ہوگئی جو اُحد کے پہاڑ پر لگا تھا۔ قرآن نے اِس اخلاقی فتح کو نِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ سے تعبیر کیا ہے۔ یقیناً یہ پروردگار کا بڑا انعام تھا جو مسلمانوں کو اِس سال ملا۔ اُنہوں نے اخلاقی فتح بھی پائی اور تجارت میں خوب نفع بھی کمایا۔

غزوات - ۱۔ ذات الرقاع - ۲۔ دومتہ الجندل
۳۔ بنی المصطلق ۔ سنہ ۵ ھ

ذات الرقاع - اِس غزوہ کے وجوہات مورخ کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ماہ محرم
میں جو حضور کی ہجرت کا سینتالیسواں مہینہ تھا - آپ کو خبر ملی کہ کچھ قبیلے اسلام کے
خلاف گروہ بندی میں مصروف ہیں ۔ یہ خبر ملتے ہی آپ چار سو یا سات سو صحابہ کو ہمراہ لیکر
دس محرم الحرام کو مدینہ سے نکلے ۔ اور نجد کی جانب روانہ ہوئے ۔ تاکہ غطفان کے
قبیلہ بنی محارب و بنی ثعلبہ کی مزاج پرسی کریں ۔ لکھا ہے کہ جب آپ ذات الرقاع
پہونچے تو وہاں جو قبائل آباد تھے وہ آپکی آمد کی خبر پاکر اپنی عورتوں اور بچوں کو
چھوڑ کر پہاڑوں میں جا چھپے ۔ لیکن بعض مورخ لکھتے ہیں کہ یہاں ایک بہت بڑی جمعیت
موجود تھی ۔ اور مسلمان اور غطفان ایک دوسرے کے آمنے سامنے صف بستہ بھی ہوئے
اُس وقت یہ ایک دوسرے سے خائف بھی تھے ۔ اسی وجہ سے یہاں رسول اللہ نے
نماز خوف بھی ادا فرمائی تھی ۔ لکھا ہے کہ یہاں آپ ایک سایہ دار درخت کے نیچے آرام
فرما رہے تھے اور آپکی تلوار درخت سے لٹک رہی تھی ۔ اُس وقت ایک شخص اچانک
نمودار ہوا ۔ اور آپ کی تلوار اپنے قبضہ میں کرکے سونت کر بولا ۔ اور آپ سے دریافت
کیا کہ آپ مجھ سے ڈرتے ہیں ۔ آپنے جواب دیا ہرگز نہیں ۔ پھر اُس نے دریافت
کیا کہ اب آپ کو مجھ سے کون بچائیگا ۔ آپنے فرمایا ۔ میرا اللہ ۔ اور اُسی لمحہ
صحابہ کی ایک جماعت اُس طرف آنکلی تو وہ شخص تلوار جھاڑیوں میں پھینک کر دور

جھاڑیوں میں جا چھپا ۔ ابن سعد اور ابن اسحاق دونوں مورخ اِس بات پر متفق
ہیں ۔ کہ غطفان اور مسلمان فوج میں کوئی جھڑپ نہیں ہوئی ۔ اور اِس مہم میں آپ
کے پندرہ دن صرف ہوئے ۔ اور یہاں سے روانہ ہوکر آپ صرار پہونچے جو مدینہ سے
تین میل کے فاصلہ پر تھا ۔ جب آپ یہاں تشریف لائے تو اتوار کا دن تھا ۔ اور محرم
کی پچیس تاریخ تھی ۔ یہاں سے آپ دومتہ الجندل کی طرف روانہ ہوگئے
اِس طرف روانگی کے اسباب بھی کچھ ایسے ہی تھے جس طرح کہ غزوہ ذات الرقاع
کے تھے ۔ یہ مقام شام کا ایک مشہور مقام تھا ۔ اور دمشق سے پانچ دن کے فاصلہ
پر تھا ۔ مخبر نے آپ کو خبر دی تھی کہ دومتہ الجندل پر کفار کی ایک بڑی فوج جمع
ہے جو مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کر رہی ہے ۔ جب آپ کو یہ خبر ملی تو آپ ایک ہزار
مسلمان جنگجو سپاہیوں کی ایک جماعت لیکر اُس طرف بڑی احتیاط سے روانہ
ہوئے اسطرح کہ رات کو آپ سفر کرتے اور دن کو آرام فرماتے ۔ جب آپ دومتہ الجندل
کی ایک نواحی چراگاہ میں جہاں اِس بستی کے باشندوں کے اونٹ بھیڑ بکریاں اور
دوسرے چوپائے چرتے تھے ۔ پہونچے تو چرواہے بھاگ نکلے اور تمام چوپائے مسلمانوں
کے ہاتھ لگ گئے جب تک مسلمانوں نے اِن چوپایوں پر قبضہ کیا ۔ اتنے عرصہ میں جو کفار
دومتہ الجندل پر جمع ہو رہے تھے اچانک اِس طرح آپکی آمد کی خبر پاکر منتشر ہوگئے اور
اِس طرح غائب ہوگئے کہ باوجود انتہائی تلاش کے صرف ایک آدمی ہاتھ لگا ۔ اور کسی کا نام و نشان
تک نہ ملا ۔ پھر آپ دومتہ الجندل تشریف لائے اور اپنی سپاہ کو مختلف دستوں میں تقسیم کرکے
اِدھر اُدھر دشمن کی تلاش میں روانہ کردیا ۔ مگر بجز ایک کے اور کوئی نہ ملا ۔ تو آپ واپس آگئے

غزوہ بنی مصطلق = ابن سعد راوی ہیں کہ کچھ عرصہ بعد رسول اللہ کو خبر ملی
کہ المریسیع میں بنی مصطلق کا سردار الحارث بن ابی ضرار اپنے قبیلے اور اپنے
حلیف عربوں کو اپنے ساتھ ملا کر مدینہ پر حملہ کرنے کے منصوبے بنا رہا ہے۔
تو آپ نے اپنے ایک معتمد کو صورت حال جاننے کے لئے بریدہ بن الحصیب کو روانہ
کیا۔ بریدہ جب وہاں پہونچے اور حالات معلوم کئے اور الحارث سے بھی ملے اور
بات چیت بھی کی تو اندازہ لگایا کہ الحارث کی نیت ٹھیک نہیں ہے واپس آ کر آپ نے
رسول اللہ ص کو تمام باتوں سے آگاہ کیا اور اپنی رائے بھی بتلائی۔ اور یہ بھی بتلایا
کہ الحارث کی نیت ٹھیک نہیں ہے اور وہ مدینہ پر حملہ آور ہونے کے منصوبے باندھ
رہا ہے۔ یہ خبر تصدیق ہو جانے پر آپ نے خروج کا ارادہ فرمایا۔
یہ شعبان کا مہینہ تھا ابھی صرف دو دن ہی گذرے تھے کہ آپ نے مسلمان لشکر
کے ساتھ مدینہ سے خروج فرمایا۔ یہ روانگی بڑی شان و شوکت سے ہوئی
جس وقت یہ اسلامی لشکر روانہ ہوا۔ تو تیس گھوڑے سوار آگے آگے چل
رہے تھے۔ ان سواروں میں دس مہاجر اور بیس انصار تھے۔ باقی فوج
اونٹوں پر سوار تھی۔ سیدہ عائشہ صدیقہ اور سیدہ ام سلمہ بھی اس مرتبہ آپ کے
ہم سفر تھیں۔ جب یہ اسلامی لشکر المریسیع پہونچا اور الحارث اور اس کے حلیف
قبیلوں کو معلوم ہوا۔ تو حلیف قبیلوں میں سے اکثر نے الحارث کا ساتھ چھوڑ دیا
لیکن الحارث اپنے قبیلہ کے ساتھ رسول اللہ ص کا منتظر تھا۔ اور بغیر کسی نامہ و پیام
کے صف آرائی شروع کر دی۔ مسلمانوں نے بھی صفیں باندھیں اور لڑائی کا آغاز

تیر اندازی سے ہوا۔ فریقین نے کچھ دیر تک تیر اندازی کی پھر رسول اللہ کے حکم سے ساری
اسلامی صفیں ایکدم آگے بڑھ گئیں۔ مورخ لکھتے ہیں ابھی بنی المصطلق کے
دس آدمی ہی کام آئے تھے کہ وہ بھاگ اٹھے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا
اور کتنے ہی مردوں عورتوں اور بچوں کو پکڑ لیا۔ اور قیدی بنا لیا۔ ان قیدیوں
میں الحارث کی حسین جمیل بیٹی جویریہ بھی تھی۔ فتح کے بعد جب غنیمت تقسیم
ہوئی تو جویریہ دو مسلمان ثابت بن قیس اور ان کے چچازاد بھائی کے حصے میں
آئیں ان دونوں مسلمانوں اور جویریہ میں یہ معاہدہ ہوا کہ وہ یعنی جویریہ اگر نو اوقیہ سونا ان
دونوں کو دیدیں تو یہ دونوں انہیں چھوڑ دینگے چنانچہ جویریہ حضرت رسول خدا کے پاس آئیں
اور آپ سے عرض کہ حضور نو اوقیہ سونا دیدیں اور مجھ سے مکاتبت کر لیں۔ آپ نے نو اوقیہ
سونا ان دونوں سپاہیوں کو دیدیا اور جویریہ سے نکاح فرمالیا۔ اور ان کے مہر میں
ان کے قبیلہ کے سارے قیدی چھوڑ دئے جو تقریباً چالیس کی تعداد میں تھے۔
کچھ اور قیدیوں نے بھی فدیہ دے کر رہائی پائی۔ ان میں سے ہر قیدی نے فدیہ میں
چھ چھ اونٹ دئے۔ ان میں سے کچھ قیدی مدینہ بھی لائے گئے اور ان کے اعزا نے مدینہ
پہنچ کر ان کا فدیہ ادا کیا اور رہائی دلا کر واپس لے گئے۔ اس غزوہ میں جہاں اتنے
قیدی مسلمانوں کو ملے وہاں غنیمت بھی بہت زیادہ ہاتھ آئی۔ دو ہزار اونٹ اور بھیڑ
بکریاں پانچ ہزار تھیں۔ رسول اللہ ص نے یہ غنیمت موقعہ پر ہی تقسیم فرما دی سوار کو
دو حصے اور پیادے کو ایک حصہ دیا۔ یہ لڑائی اور لڑائیوں میں نمایاں حیثیت رکھتی
ہے کیونکہ اس میں دو حادثے رونما ہوئے جو بڑے اہم ہیں اور یہ ان منافقین کی وجہ

ظہور میں آئے جو جنگ اُحد کے بعد پہلی بار کسی لڑائی میں شریک کئے گئے۔

پہلا حادثہ تو اُس وقت پیش آیا جب مسلمان بنی المصطلق کی لڑائی سے فراغت پانے کے بعد راستے میں کسی جگہ ٹھہرے تو ان میں سے دو اشخاص سنان اور جحجاہ غفاری ایک دوسرے سے لڑ پڑے جحجاہ نے غصہ میں آکر سنان کے تھپڑ مار دیا سنان انصار میں تھے اُنہوں نے انصار کو اپنی مدد کے لئے پکارا تو جحجاہ نے بھی مہاجرین کو اپنی مدد کے لئے پکارا۔ اس موقعہ پر راس منافقین عبداللہ بن ابی بھی آگیا اور اُس نے کچھ انداز سے نعرے مارے کہ فریقین نے تلواریں نکال لیں۔ مگر یہ نازک صورت حال صرف چند لمحوں کے لئے ہی پیدا ہوئی تھی۔ اس پر فوراً ہی قابو پالیا گیا۔ یہ جماعتی زندگی میں یہ پہلا اتفاق تھا کہ انصار و مہاجر آپس میں لڑے ہوں۔ ایک انصاری زید بن ارقم نے اس واقعہ کی اطلاع حضور تک پہونچادی آپ نے فوراً ہی حضرت فاروق اعظم کو حکم دیا۔ اذن بالرحیل۔ اس حکم کی تعمیل میں حضرت فاروق اعظم انصار و مہاجرین سے پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ کا حکم ہے کہ یہاں سے فوراً آگے بڑھ چلو۔ چنانچہ فوراً تعمیل حکم میں خیمے اکھاڑ دئے گئے اور تمام فوج مدینے کی سمت روانہ ہوگئی۔ جب عبداللہ بن ابی اپنے فاسد ارادہ میں ناکام ہوا تو اس ظالم نے اس کا بدلہ رسول اللہ کی ذات گرامی سے لیا اس مکار اور پُر فریب شخص نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ پر بڑی ناپاک تہمت لگائی۔ قصہ اس طرح تھا کہ جس وقت چھاؤنی کے کوچ کا حکم ہوا۔ تو اُس وقت حضرت سیدہ رفع حاجت کے لئے جھاڑیوں میں تھیں۔ چھاؤنی اکھڑنے کی ندا آپ نے بھی سنی۔ جب یہ آواز آپ نے سنی تو گھبرا کر جلدی جلدی کپڑے سمیٹ کر

سواری کی طرف دوڑیں۔ دوڑنے میں آپ کے گلے کا ہار جھاڑی میں الجھ گیا۔ سیدہ نے اُسے کھینچا تو اُس کا تاگہ ٹوٹ گیا اور ہار کے موتی بکھر گئے۔ آپ یہ موتی چننے لگیں۔ اُدھر جس محمل میں سوار ہوا کرتی تھیں۔ اُس کے ساربان نے یہ سمجھا کہ جناب سیدہ اس میں سوار ہیں محمل کو آگے بڑھا لے گیا۔ سیدہ جب موتی چن کر اُس جگہ پر آئیں تو وہاں کوئی نہ تھا سب جا چکے تھے۔ ایک صحابی جن کے ذمہ اکھڑی ہوئی چھاؤنی کی خالی جگہ کے معائنہ کا کام تھا اُنہوں نے جناب سیدہ کو تنہا دیکھا تو وہ گھبرا گئے اور اپنے اونٹ کو جلدی سے بٹھا کر جناب سیدہ کو سوار کیا اور آپ مہار پکڑ کر آگے کو دوڑے۔ جب یہ صحابی جناب سیدہ کو لیکر قافلے میں پہنچے تو عبداللہ بن ابی نے آپ کو دیکھکر کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ عائشہ قافلے سے پیچھے کیوں رہی تھیں چونکہ بد طینت شخص مومن نہ تھا۔ نبی سے محبت نہ تھی اس لئے اس گستاخ اور بد فطرت نے اس ذرا سی بات کو کچھ اس طرح طول دیا کہ نبی کی آبرو ہی نہیں حضرت ابوبکر صدیق کی نو عمر صاحبزادی سیدہ عائشہ کی زندگی ایک عذاب بن گئی۔ آپ دن رات روتیں اور اُس وقت کو کوستیں جبکہ اُن کے ہار کا دھاگہ ٹوٹا تھا۔ بہر حال خدا نے آپ کے حال پر رحم فرمایا۔ اور زبان وحی سے آپ کی پاکدامنی کی خبر نازل فرمائی۔ تب یہ الجھی ہوئی بات بنی۔ ورنہ عبداللہ بن ابی نے وہ تیر چلایا کہ حضور نبی کریم کا ہی اکیلا نہیں ساتھ میں اسلام کے ایک بڑے مبلغ اور مضبوط ستون حضرت ابوبکر صدیق رض کا دل بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوتا تھا۔ اس لئے یہ غزوہ اور غزوں کی نسبت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ اس غزوہ میں سرکار دو عالم اٹھائیس دن مدینہ سے باہر رہے اور جب واپس آئے تو رمضان المبارک کی پہلی تاریخ تھی۔ بعض مورخوں کے نزدیک یہ غزوہ سنہ ۶ھ میں پیش آیا تھا۔

خندق کی لڑائی - موزخین اِس لڑائی کے بارے میں کچھ اِس طرح رقم طراز ہیں کہ جب رسول اللہؐ نے بنی النضیر کو جلاوطنی کی ذلت بخشی تو یہ لوگ خیبر میں آگئے پھر اِن کے اشراف و اکابر میں سے کچھ لوگ مکہ گئے - اور قریش کو آپ کے خلاف جنگ کے لئے آمادہ کیا - اور اُن سے کچھ معاہدہ بھی کیا - اور باہمی اتفاق رائے سے خروج کا وقت بھی مقرر کیا اور پھر غطفان و سلیم کے پاس پہونچے اور اُن سے بھی اِسی قسم کے عہد و پیمان کئے - اِس میں قریش - غطفان اور یہود تین بڑے گروہ شامل ہوئے - موزخوں کا خیال ہے کہ یہ منصوبہ جس وقت رسول اللہ المریسیع میں تھے تکمیل ہوا - اور عبداللہ بن ابی اِس منصوبے سے واقف تھا - اب اسلام اتنا مضبوط اور طاقتور ہوگیا کہ اِن مذکورہ قبیلوں میں سے کسی میں اتنی طاقت نہ تھی کہ تنہا ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کرتے - اسی لئے اِن تین بڑے قبیلوں نے ملکر یہ منصوبہ تیار کیا - دراصل کفار کا یہ اتحاد مسلمانوں کے خلاف ایک بہت بڑا مسئلہ تھا - عرب کی تاریخ میں ایک مذہب کے خلاف ایسا اتحاد کبھی نہیں ہوا -

لکھا ہے کہ جب قریش اپنے حلیفوں سے ملنے کے لئے روانہ ہوئے تو ابوسفیان اِن کا سردار تھا - اور اِن کی تعداد تقریباً چار ہزار تھی جن میں تین سو گھوڑے سوار اور باقی اونٹوں پر اور کچھ پیدل تھے - جب قریش مرّالظہران پہونچے تو بنو سلیم جو تعداد میں سات سو تھے - اِن کے سردار کا نام سفیان بن ابی عبدالشمس تھا پھر بنو اسد خزارہ - اشجع اور بنو مرہ بھی اُن کے ساتھ شامل ہو گئے اِن کی شمولیت سے کفار فوج کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی تھی - اِن کے سپہ سالار الگ الگ تھے - کیونکہ یہ تین مختلف عساکر تھے اِن کا بڑا سپہ سالار ابوسفیان ہی تھا -

رسول اللہؐ کو یہ خبر اُس وقت ملی جب یہ اتحادی گروہ آپس میں مل چکے تھے

حالانکہ ایک مخبر اُسی وقت مدینہ کی طرف دوڑ پڑا تھا - جبکہ ابوسفیان اپنی فوج لیکر مدینہ کی طرف چلا تھا - رسول اللہ کو جیسے ہی یہ خبر ملی آپ نے صحابہ کو جمع کیا اور اُن کو یہ خبر بتلائی اور مشورہ لیا کہ دشمن سے کس طرح نمٹا جائے - حضرت سلمان فارسی نے مشورہ دیا کہ مدینے کے کھلے حصہ پر خندق کھودلی جائے - گو خندق کی بات عربوں کے لئے بالکل اجنبی تھی - لیکن رسول اللہؐ نے اسے پسند فرمایا - اور طے ہوا کہ دشمن کے آنے سے قبل خندق کھودلی جائے - اُس وقت دشمن چونکہ مدینہ کی طرف چل پڑا تھا اور وقت بہت تھوڑا تھا اِس لئے آپ نے مخلصین اور منافقین دونوں کو اِس کام پر لگادیا - کچھ ظالم منافق اپنی حسب عادت اِس نازک وقت میں بھی کام میں روڑے اٹکاتے اور اپنی بیوفائی کا ثبوت دیتے رہے ذرا ذرا سے بہانہ پر کام چھوڑ دیتے اور مہاجرین سے بڑے گستاخانہ انداز میں کہتے کہ یہ مصیبت تمہاری ہی آوردہ ہے - تم خود خندق بناؤ ہم سے کیوں پھاوڑے چلواتے ہو - تم خود ہی نپٹو - منافقین نے ہر طرح کی بددلی پھیلانے کی کوشش کی لیکن عاشقان رسول نے اپنی مستعدی اور کام میں ذوق شوق کی مثال دیکر اُن کی ہر کوشش کو ناکام بنادیا - رسول اللہؐ بذات خود ایک عام آدمی کی طرح خندق کھودنے میں سب کے ساتھ لگے رہے اور سب کے ساتھ ملکر رجز بھی گاتے رہے رسول اللہ کے یہ الفاظ ہوتے - اَللّٰھُمَّ لَاعَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الآخِرَۃ فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَہ - یعنی زندگی تو آخرت کی زندگی ہی ہے - اے اللہ انصار و مہاجرین پر متوجہ ہو اور اُنہیں اپنی بخشش کے لئے چن لے - یہ سن کر انصار و مہاجرین اِس میں اضافہ کرتے -

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا عَلَی الْجِھَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

یعنی ہم نے محمدؐ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور ہم جب تک زندہ ہیں یہ بیعت نہیں توڑیں گے۔ اِس خندق کی کھدائی کے وقت آپؐ کے پیٹ پر بھوک کے سبب پتھر بندھا تھا۔ پھر بھی بڑی محنت سے کام کر رہے تھے۔ اور بڑی بڑی چٹانوں کو آپؐ نے توڑا اِسی موقعہ پر حضرت جابرؓ نے آپؐ کی تنہا دعوت کی لیکن آپؐ نے اُن تمام لوگوں کو ہمراہ لیا جو اُس وقت خندق بنانے میں مصروف تھے۔ آپؐ کی برکت سے ایک صاع جَو کی روٹیاں اور ایک بکری کے گوشت کا سالن اِس پوری جماعت کے لئے کافی ہو گیا اور سب نے شکم سیر ہو کر کھایا۔ لکھا ہے کہ آپؐ نے ٹولیاں بنا کر کام سونپا تھا اور ہر ٹولی کے ذمہ چالیس ہاتھ زمین کی کھدائی سپرد تھی۔ کہتے ہیں کہ جس حصہ زمین کی کھدائی حضرت سلمان فارسی حذیفہ۔ نعمان۔ عمرو بن عوف اور چھ انصار کے ذمہ تھی وہاں ہر ایک چٹان نکل آئی جو ان لوگوں سے نہ ٹوٹی تو اپنی مدد کے لئے رسول اللہؐ کو بلا لائے۔ آپؐ نے اِس چٹان پر تین ضربیں لگائیں۔ اور ہر ضرب پر اتنی روشنی ہوئی تھی کہ ساری فضا چمک جاتی تھی ابن کثیر کہتے ہیں کہ جب ہر بار روشنی ہوئی تو حضرت سلمان فارسی نے اِس بارے میں دریافت کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ پہلی بار جب روشنی ہوئی تو مجھے حیرہ اور کسریٰ کے محل دوسری بار ارض شام و روم کے محل۔ اور تیسری بار صفا کے محل دکھلائے گئے اور جبریلؑ نے مجھ سے کہا کہ تیری اُمت اِن محلات پر غالب آئیگی۔ اور اُنہیں فتح کریگی۔

اِس پر منافقین نے مذاق اُڑایا۔ اور کہا کہ تمہیں یہ بات عجیب نہیں معلوم ہوتی کہ یہ تمہیں جھوٹے وعدہ دیتا ہے اور تم سے کہتا ہے کہ اِس نے یثرب میں بیٹھ کر حیرہ اور مدائن کسریٰ دیکھ لئے۔ اور یہ کہ تم اِنہیں فتح کر لوگے۔ حالانکہ تم میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ تم باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کر سکو۔

بہرحال اِس خندق کی کھدائی میں جماعتی زندگی کے ضبط و استحکام اور مخلص مسلمانوں کے ایمان والیقان کے بڑے اچھے مظاہرے ہوئے۔ اور منافقین کی منافقت خوب آشکارا ہوئی۔ اتنے میں آپؐ کو خبر ملی کہ دشمن آن پہونچا ہے۔

لکھا ہے جب رسول اللہؐ دشمن کے استقبال کے لئے مدینہ سے نکلے اُس روز ذلقعد کی آٹھ تاریخ اور دوشنبہ کا دن تھا۔ اور اُس دن آپؐ کی فوج کے دو عَلم تھے مہاجرین کا عَلم زید بن حارثہ اُٹھائے تھے اور انصار کا عَلم سعد بن عبادہ کے ہاتھ میں تھا۔ رسول اللہؐ نے خندق کو اپنے اور دشمن کے مابین رکھ کر سلع پہاڑ کے دامن میں اِس طرح چھاؤنی ڈالی کہ پہاڑ کو لپشت کی طرف رکھ کر درمیان میں خندق اور مُنہ دشمن کی چھاؤنی کی طرف تھا۔ قریش کی چھاؤنی جرف اور غابہ کے درمیان تھی۔ اہل تہامہ۔ کنانہ اور غطفان اور اُن کے حلیفوں نے اُحد پر پڑاؤ ڈالا۔ ابھی لڑائی شروع نہیں ہوئی تھی کہ بنی نضیر کا سردار حُیی بن اخطب بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد القرظی کے پاس آیا پہلے تو کعب نے قلعہ کا دروازہ نہ کھولا۔ اپنے اور رسول اللہؐ کے درمیان معاہدہ کی پابندی کی۔ لیکن بعد میں دروازہ کھول دیا اور معاہدہ توڑ ڈالا۔ حیی بن اخطب نے اپنے آپ کو ابوسفیان کا سفیر ظاہر کیا اور کعب سے بات چیت شروع کی اور یقین دلایا کہ قریش اور غطفان کے نوے اکابر اُن کے پاس بطور یرغمال رہیں گے اور یہ دونوں قبیلے ہر حال میں تمہارے مددگار اور محافظ ہونگے اِس معاہدہ کو ٹوٹتا ہوا دیکھکر بنی قریظہ ہی کے کچھ لوگ اسد۔ اسید۔ اور ثعلبہ کعب سے ناراض ہو گئے اور تمام صورت حال سے رسول اللہؐ کو جا کر باخبر کر دیا۔ بنی قریظہ کی بیوفائی مسلمانوں کو بہت ہی شاق گذری۔ اور عام مسلمانوں پر اُس کا بہت بُرا اثر ہوا۔

ابن سعد اور ابن اسحاق دونوں مورخ لکھتے ہیں کہ جب رسول اللہؐ کو یہ تلخ حقیقت
معلوم ہوئی تو آپ نے اُن مسلمان عورتوں اور بچوں کو اِن مکانات سے نکال لیا جو بنی قریظہ
سے ملحق آباد تھے۔ اور حضرت زبیرؓ کو جو بڑے بہادر اور جی دار سپاہی تھے بنی قریظہ
سے ملحقہ علاقہ میں بھیج دیا۔ اور تاکید کی کہ بنی قریظہ کی نقل و حرکت سے پوری طرح
باخبر رہیں۔ اگر کوئی خطرناک صورت حال پائیں تو اُس سے رسول اللہ کو فوراً اطلاع
کریں۔ اور پانچسو مسلمانوں کو اِس علاقہ کی پہرہ داری پر لگایا جو بنی قریظہ سے
ملحقہ تھا۔ یہ پہرہ دار مسلمان دو ٹولیوں میں تھے۔ ایک ٹولی جس میں دو سو
مسلمان تھے اِس کی سرداری مسلمہ بن اسلم کے سپرد تھی اور دوسری ٹولی جس کے
قائد زید بن حارثہ تھے تین سو آدمیوں پر مشتمل تھی۔ یہ دونوں ٹولیاں مدینہ
سے باہر باری باری سے گشت کرتیں تاکہ بنی قریظہ مسلمانوں کو کسی ناگہانی
آفت میں مبتلا نہ کر دیں۔ یہ سپاہی تھوڑے تھوڑے وقفہ سے تکبیریں بلند
کرتے اور دشمن کو اپنی مستعدی سے آگاہ کرتے۔ اِدھر منافقین بھی رسول اللہؐ اور
مسلمانوں کے خلاف کھلم کھلا طعن و تشنیع کرتے اور عام لوگوں کو ورغلاتے کہ تمہاری
حالت تو یہ ہے کہ کھانے کو بھی نہیں ملتا۔ افلاس اور ناداری بدرجہ اتم ہے پھر بھی
تمہارے دماغوں میں یہ بات نہیں آتی کہ تم قیصر و کسریٰ کو کس طرح ختم کرو گے جیسا کہ
تمہارے نبی تم سے کہہ رہے ہیں یہ کتنا جھوٹا فریب ہے جو تمہیں دیا جا رہا ہے۔ اِس قسم
کی باتوں سے راسخ العقیدہ مسلمان مایوسی کے دلدل میں پھنس جاتے۔ مگر رسول اللہؐ
مسلمانوں کو یقین دلاتے۔ اور ہر لحظہ سمجھاتے کہ دشمن خواہ وہ اندرونی ہو یا
بیرونی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ خواہ وہ تعداد اور اسلحہ میں کتنا ہی قوی کیوں نہ ہو

یہ حال اور صورت تقریباً ایک ماہ تک جاری رہی۔ اور دشمن ستائیس دن تک مدینہ
کے گرد گھیرا ڈال کر خیمہ زن رہا۔ اِس دوران دونوں طرف سے تیر اندازی بھی ہوئی۔ اور دشمن
برابر کوشش کرتا رہا کہ خندق عبور کر کے مدینہ میں داخل ہو جائے۔ لکھا ہے کہ دشمن
نے اپنی فوج کو پانچ حصوں میں بانٹ رکھا تھا اور ہر حصہ کے الگ الگ سپہ سالار
تھے ایک حصہ کا ابو سفیان سردار تھا دوسرا حصہ خالد بن ولید کے سپرد تھا تیسرا عمرو بن العاص کے
چو ہبیرہ بن ابی وہب کے تحت تھا۔ اور پانچواں ضرار بن الخطاب کے زیر نگیں تھا۔
اور یہ پانچوں ہر روز باری باری سے آتے اور خندق پار کرنے کی کوشش کرتے مگر
مسلمان پہرہ دار بھی اپنی ذمہ داری سے غافل نہ تھے اور وہ دشمن کو کسی صورت
کامیاب نہ ہونے دیتے۔ آخر ایک روز ایک ٹولی نے ایسے مقام سے رسائی پائی جو نسبتاً
کم محفوظ تھا۔ اور عکرمہ بن ابوجہل۔ نوفل بن عبداللہ۔ ضرار بن الخطاب۔ ہبیرہ بن ابی وہب
اور عمرو بن عبد خندق کا یہ حصہ عبور کر کے اسلامی لشکر کے سامنے جا پہنچے اور اُن میں
عمرو بن عبد نے جو اُس وقت نوے سال کے تھے اور اپنے آپ کو بڑا شہسوار
سمجھتے تھے۔ سامنے آ کر مسلمانوں کو دعوت مبارزت دی۔ جناب حضرت علیؓ نے
جو ابھی نو عمر ہی تھے۔ لیکن بہادری اور شجاعت میں مشہور تھے یہ دعوت قبول کر لی۔
رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ کو اپنی تلوار دی اپنا عمامہ بخشا اور آگے روانہ کیا لکھا ہے
کہ حضرت علیؓ پیادہ تھے۔ اور عمرو بن عبد گھوڑے پر سوار تھا۔ جب حضرت علیؓ۔
نیزہ ہلاتے ہوئے میدان میں آئے۔ تو آپ نے عمرو بن عبد سے کہا کہ اے جہاں رسیدہ
عمرو کیا تجھے یہ بات زیب دیتی ہے کہ ہم پیادہ تم سے لڑیں اور تم سوار ہو کر۔

عمرو یہ سن کر گھوڑے سے کود پڑا۔ اور مقابلہ کا آغاز ہوا۔ اور انہوں اور غیروں نے
دیکھا کہ حضرت علیؓ کی پہلی ہی ضرب نے عمرو بن عبد کی شہ رگ کو چاٹ کر اسکا کام
تمام کر دیا۔ اِس سردار کی بہادری اور دلیری کا اعتراف خود رسول اللہؐ نے بھی کیا تھا
اسی لئے آپ نے جب حضرت علیؓ نے اجازت چاہی تو حضورؐ نے فرمایا تھا کہ بیٹھ جاؤ
وہ عمرو ہے۔ لیکن حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ میں جانتا ہوں کہ وہ عمرو ہے
پھر بھی میں اُس سے لڑوں گا۔ اِس کے بعد پھر آپ نے نہیں روکا بلکہ اجازت بھی دیدی
اور لڑائی میں جو حشر عمرو کا ہوا۔ اُسے سب نے حیرت کے ساتھ دیکھا۔ عمرو کے قتل کے بعد
اُس کے باقی ساتھی اِس سے متاثر ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے بھاگتے ہوئے ان میں سے
اُن کا ایک ساتھی خندق میں گر پڑا یہ ساتھی نوفل بن عبداللہ تھا حضرت علیؓ نے اسے بھی جیتے
جی اپنی چھاؤنی میں لوٹنے کا موقعہ نہ دیا۔ کفار کے اِن شہسواروں کو اُس دن کی جرأت
بہت مہنگی پڑی۔ کہتے ہیں کہ اِن کا ایک تیسرا ساتھی منبہ بن عثمان بھی زخمی ہوا۔ جب یہ بہادر
اِس طرح نقصان اُٹھا کر اور بھاگ کر اپنی چھاؤنی میں پہنچے تو اُنہوں نے دوسرے دن حملہ اور
ہونیکی دھمکی دی۔ دوسرے دن خالد بن ولید کی قیادت میں اُن کا جم غفیر ادھر آیا
اور پھر جو لڑائی شروع شروع ہوئی تو رات تک ہوتی رہی۔ مسلمانوں نے اُس روز
نہ ظہر کی نماز پڑھی نہ عصر کی نہ مغرب کی اور نہ عشا کی۔ یہ ساری نمازیں آپؐ نے
اور تمام مسلمانوں نے اُس وقت پڑھیں جب دشمن میدان جنگ سے واپس ہو گیا۔
اِس لڑائی کے بعد دشمن نے اور لڑائی مجتمع ہو کر نہیں لڑی۔ البتہ رات کے وقت
شب خون مارنے کی جد و جہد برابر ہر رات کرتے رہے۔ لیکن ناکام رہے۔
ابن سعد کہتے کہ جب محاصرہ زیادہ سخت ہو گیا تو رسول اللہؐ نے چاہا کہ غطفان کو مدینہ

کے پھلوں کا ایک تہائی پیداوار دیکر اپنے ساتھ ملالیں۔ لیکن جب انصار نے یہ بات
تسلیم نہ کی تو آپ نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔ اِس کے بعد آپ نے نعیم بن مسعود الاشجعی
کو اِس بات کی اجازت دی۔ کہ وہ دشمن کے ہر گروہ کے پاس جائیں اور جسطرح
بھی ہو اُن کی یکجہتی کو ختم کرائیں۔ محدث القسطلانی نے اِس میں اضافہ کیا اور
اِس طرح لکھا ہے کہ نعیم بن مسعود در پردہ مسلمان تھے اور دشمن گروہوں کو اُن کے اسلام
لانے کی خبر نہ تھی۔ وہ اُنہیں اپنے ہی میں سے سمجھتے تھے۔ اِس لئے نعیم نے جو کچھ
اُن لوگوں سے کہا اُسے اُنہوں نے سچ سمجھا تھا۔ اُس وقت مسلمانوں کی حالت
بھی محاصرہ کی وجہ سے بڑی نخدوش ہو چکی تھی۔ نعیم یہ حکم سن کر پہلے بنی قریظہ
کے پاس آئے اور اُن سے کہا کہ اے احمقو تم نے کبھی اِس صورت حال پر بھی غور
کیا ہے۔ کہ اگر قریش اور غطفان کو محمدؐ پر فتح نہ حاصل ہوئی۔ اور وہ تمہیں تمہارے
حال پر چھوڑ کر اپنے گھروں کو واپس ہو گئے۔ تو تم اکیلے رہ جاؤ گے پھر کیا کرو گے
اُس وقت پھر محمدؐ اور اُن کے ساتھی تمہارے مزاج درست کر دینگے اِس لئے
مناسب ہے کہ جب تک قریش اور غطفان تمہیں اپنے اشراف یرغمال میں نہ دیں جو
تمہارے ساتھ تمہارے گھروں میں رہیں۔ اُس وقت تک اُن کا ساتھ نہ دو
اگر تم اِن دونوں گروہوں کی صداقت آزمانا چاہتے ہو تو اُن سے یرغمال مانگو۔
بنو قریظہ کو راہ پر لاکر نعیم قریش کے پاس پہنچے اور اُنہیں خبر دی کہ بنو قریظہ نے محمدؐ
کے ساتھ جو بے وفائی کی ہے اُس پر وہ بری طرح نادم ہیں۔ اور محمدؐ کو پیغام
بھیجا ہے کہ اُن سے دوستی دوبارہ استوار کر لیں۔ اور اِس دوستی کی تجدید کے لئے

اگر وہ چاہیں تو یہود قریش اور غطفان سے اُن کے اشراف بطور یرغمال طلب کر کے اُنہیں سونپ دینگے۔ تاکہ وہ اُنہیں قتل کر دیں۔ اور پھر محمدؐ سے ملکر تم سے اور غطفان سے لڑیں۔ یہ بات کر کے نعیم نے قریش کو سمجھایا۔ کہ اگر یہود تم سے تمہارے کچھ اشراف بطور یرغمال طلب کریں تو قطعاً "نہ دینا"۔ یہود تمہارے ساتھ دھوکا کرینگے۔ اسی طرح نعیم جب قریش کو راہ پر لے آئے تو غطفان کے پاس گئے اور بنو قریظہ کی بابتہ اُن سے بھی وہی باتیں کیں جو قریش سے کیں تھیں۔

دوسرے دن جب عکرمہ بن ابوجہل اپنے قبیلہ اور غطفان کے کچھ اشراف کے ساتھ بنی قریظہ کے پاس آئے اور اُن سے محاصرہ کے دوران کی تکالیف اور پریشانیاں بیان کرنے کے بعد خواہش ظاہر کی کہ ان تکلیفوں کا سلسلہ ختم کرنے کے لئے بہتر ہے کہ کل ہم سب ملکر محمدؐ اور اُن کے ساتھیوں پر حملہ کر دیں۔ یہود نے جواب دیا چونکہ کل ہفتہ کا دن ہے اور ہم ہفتہ کے دن کوئی کام کرنے کو تیار نہیں۔ اور وجہ بتائی کہ ہم میں کچھ نے ہفتہ کے دن ممانعت کی پابندی نہیں کی تو وہ مسخ کر کے بندر اور سؤر بنا دئے گئے۔ یہ عذر ایک معقول عذر تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی بنو قریظہ نے یہ مطالبہ بھی پیش کیا کہ ہم اُس وقت تک محمدؐ کے خلاف تمہارے ساتھ ہو کر نہیں لڑینگے جب تک تم ہمیں اپنے اشراف بطور یرغمال نہ دوگے۔ تمہارا کیا اعتبار کہ جب لڑائی شدت اختیار کر جائے تو تم اپنے گھروں کو بھاگ جاؤ اور ہم تنہا رہ جائیں۔ اس مطالبہ اور اس قسم کی بات چیت سے عکرمہ نے سمجھ لیا کہ بنو قریظہ بے وفائی اور بد عہدی ضرور کرینگے اور جب یہ اپنی قوم میں واپس آئے تو سب کو اس بات چیت اور بنو قریظہ کے مطالبہ سے آگاہ کیا۔ ابوسفیان اور غطفان نے جب یہ باتیں سنیں تو اُن کے دلوں میں وہ اشتباہ بری طرح جاگ اُٹھے جو نعیم پیدا کر گئے تھے اور اُنہیں یقین ہو گیا کہ نعیم سچے تھے چنانچہ انہوں نے عکرمہ ہی کے ذریعہ بنو قریظہ کو فوراً درشت

جواب بھیجا کہ ہم تمہیں اپنا کوئی آدمی یرغمال میں نہیں دینگے۔ تمہارا جی چاہتا ہے تو ہمارے ساتھ ملکر لڑو۔ ورنہ نہیں۔ ہم بندروں اور سؤروں کے بھائی بندوں سے مدد نہیں لینگے۔ بات چیت کا یہ سلسلہ جاری تھا کہ اچانک ایک بہت زور کا طوفان اُٹھا۔ خوفناک آندھی سارے افق پر چھا گئی۔ اور دشمن کی چھاؤنی بری طرح زیر و زبر ہو گئی۔ خیمے اکھڑ گئے جانور آدمی منتشر ہو گئے۔ کسی کو کسی کی خبر نہ رہی۔ ایک تو یہ رات پہلے ہی بہت زیادہ ٹھنڈی تھی اب آندھی اور طوفان نے اسے اور زیادہ بھیانک بنا دیا۔ اس افراتفری میں قریش جنگ دل بنو قریظہ کی بد عہدی سے سہمے ہوئے تھے اور زیادہ گھبرا گئے اور اسی گھبراہٹ میں واپسی کا اعلان کر دیا۔ حضرت حذیفہ بن النعمان جو جاسوسی کی غرض سے دشمن چھاؤنی میں گئے تھے بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ابوسفیان نے واپسی کا اعلان کیا تو اُس کے الفاظ یہ تھے کہ اے قریش کے گروہ ہم اپنے وطن سے دور پرائے دیس میں ہیں اور حالت یہ ہے کہ ذبیحہ کے جانور اور غلہ ختم ہو گیا ہے۔ قحط کا سا عالم ہے۔ بنو قریظہ نے غداری کر دی ہے اور پھر یہ آندھی اور طوفان اور سردی نے ہمیں آن گھیرا ہے۔ اسلئے بہتر ہے کہ ہم یہاں سے چل دیں۔ اور پھر کہا کہ میں تو جا رہا ہوں۔ یہ کہہ کر اپنے اونٹ کی طرف آیا حالانکہ اُس کی پچھاڑی بندھی تھی اُسے اتنی جلدی تھی کہ اُس نے کچھ نہ دیکھا اور جلدی سے اُس پر سوار ہو گیا اور اُسے مار کر ہانکا تو اونٹ جب اپنے تین پیروں کے سہارے اوپر کو اُٹھا تو اُسکی پچھاڑی کھل گئی۔ ابوسفیان کی روانگی کا یہ حال دیکھکر اور لوگ کب ٹھہر سکتے تھے سب کے سب کوچ کرنے لگے۔ اس دوران خالد بن ولید اور عمرو بن العاص دو دو سو سواروں کے ساتھ خندق کی سمت آن کھڑے ہوئے اور جب تک ساری چھاؤنی اکھڑ نہیں

اور ایک سپاہی راہ پر نہیں لگ گیا۔ یہ دونوں شاہسوار اُس سمت سے
نہیں ہٹے۔ حضرت حذیفہ رضؓ نے یہ تمام روداد واپس آکر رسول اللہؐ کو سنائی اور
تمام حالات سے باخبر کیا۔ حالانکہ جس وقت رسول اللہؐ نے حذیفہ کے ذمہ یہ خدمت
سپرد کی تھی اُس وقت حذیفہ بھوک اور سردی کی شدت سے چلنے پھرنے پر بھی
قادر نہ تھے۔ مگر پھر بھی آپ نے یہ خدمت اپنے ذمہ لی اور نہایت ہی احسن طریقے
سے انجام دی۔ جاسوسی کے فرائض بڑی رازداری سے انجام دیئے۔ حضرت حذیفہ
اس رات کی ہولناکی کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ ایسی سخت رات ہم پر
پہلے کبھی نہ آئی تھی۔ ہوا اس زور سے چل رہی تھی کہ بجلی کڑکنے کا گمان ہوتا تھا
اس حال میں منافقین رسول اللہؐ سے کہہ رہے تھے کہ ہمیں واپس جانے کی اجازت
دیں۔ کیونکہ ہمارے گھر ننگے اور کھلے ہیں۔ اس رات کا طوفان اتنا سخت تھا
کہ دشمن چھاؤنی کا ہر خیمہ اکھڑ گیا تھا۔ ہر چولہا ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔ اور ہر
الاؤ بجھ گیا تھا۔ بلاشبہ دشمن کی واپسی کا ایک سبب یہ آندھی اور طوفان بھی تھا۔
مورخین نے دشمن کی شکست اور مسلمانوں کی فتح کے ظاہری تین سبب بتلائے ہیں۔ ایک تو
خندق کا دفاع۔ دوسرے بنو قریظہ کی بدعہدی۔ اور تیسرے اس رات کی آندھی اور
طوفان۔ اس کے علاوہ اتنی لمبی مدت کے محاصرہ میں رسول اللہؐ اور اُن کے ساتھیوں کے
ثبات و استحکام کے عملی مظاہرے۔ ان تمام باتوں سے دشمن اس قدر متاثر ہوا۔
کہ اُس نے میدان چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی۔ مورخ ابن سعد اس کی تاریخ تیئس ذیقعد ۵ھ
بتلاتے ہیں۔ لیکن ابن اسحاق ابن ہشام۔ الطبری اور ان کے متبعین شوال ۵ھ
کی ایک رات بیان کرتے ہیں۔

بنی قریظہ کی مزاج پرسی = ابن سعد کا بیان ہے کہ ذیقعد کی سات تاریخ اتوار
کے روز جب رسول اللہؐ دشمن کے منتشر ہونے کے بعد مدینہ میں داخل ہوئے تو ظہر کا وقت
تھا سردی بہت زیادہ تھی۔ آپ نے نماز ظہر مسجد نبوی میں ادا کی اور حضرت عائشہ رضؓ کے حجرہ مبارک
میں تشریف لائے ابھی قدم رکھا ہی تھا کہ وحی کا نزول ہوا۔ اور حکم ملا کہ ان بنی قریظہ
کی مزاج پرسی کریں جنہوں نے نازک وقت میں غداری اور بے وفائی برتی۔ وحی الٰہی کے نزول
کے تھوڑی دیر بعد موذن بلال رضؓ مدینہ کی گلی کوچوں میں یہ منادی کرتے سنے گئے
ان رسول اللہ یامرکم ان لا تصلوا العصر الا فی بنی قریظہ۔ یعنی رسول اللہؐ
تمہیں حکم دیتے ہیں کہ عصر کی نماز بنی قریظہ میں پڑھو۔ اُس وقت سارے مسلمان
ہتھیار کھول چکے تھے اور لڑائی کا گرد وغبار دھونے کی تیاری کر رہے تھے کہ باب نبوی
سے نیا حکم جاری ہوا مسلمان اُسی لمحہ تیار ہو گئے۔ اور ہتھیاروں سے مسلح ہو گئے
اور رسول اللہؐ آگے آگے چل رہے تھے اُس وقت رسول اللہؐ کے ساتھ تین ہزار
پیادے اور چھتیس سوار تھے۔ آپ اس بھاری جمعیت کو لیکر عصر کے وقت سے
کچھ پہلے بنی قریظہ کے مسکنوں کے قریب پہنچ گئے۔ جو لوگ بروقت رسول اللہؐ کے
ساتھ نہ جا سکے وہ بعد میں آپ کے پاس عشا کے وقت پہنچ گئے انہوں نے عصر کی نماز
نہیں پڑھی تھی۔ اُنہوں نے یہ نماز عشا کے ساتھ اُس وقت پڑھی۔ جب وہ رسول اللہؐ
سے آن ملے۔ مورخ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے حضرت علی کو علم عطا کیا۔ تو وہ
کچھ مسلمانوں کے ساتھ بطور پیش رو آگے بڑھ گئے تھے۔ اور یہود کے قلعوں تک
جا پہنچے تھے جہاں اُن کے سامنے یہود نے رسول اللہؐ کو برا بھلا کہا اور کچھ نامعقول

قسم کی دھمکیاں بھی دیں۔ یہ دھمکی سن کر آپ لوٹ آئے اور راستہ میں جب
رسول اللہؐ ملے تو صورت حال بیان کی۔ لکھا ہے جب رسول اللہ یہود کے حلقوں کے
قریب سے گذرے تو آپ نے انہیں اُن کی بے وفائی پر شرمندہ کیا۔ پھر اُن کے کھیتوں کو
سیراب کرنے والے ایک کنوئیں (بیرانی) پر اُتر پڑے اور وہیں عصر کی نماز پڑھی
شروع شروع میں تو مسلمانوں اور یہود میں تیر اندازی بھی ہوئی لیکن بعد میں
یہود نے اپنے رویہ میں اصلاح کر لی اور محصور ہو جانے کو کافی سمجھا۔ یہ محاصرہ
تقریباً پندرہ دن تک جاری رہا۔ اور بعض مورخوں کے نزدیک یہ محاصرہ پچیس دن
جاری رہا۔ اِس محاصرہ میں بنو نضیر کا سردار حُیی بن اخطب جو قریش اور غطفان
کو مدینہ پر چڑھا لایا تھا۔ اِن یہود سے آن ملا اور محاصرہ کی شدت گورا کی
پچیس دن کے بعد بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد نے ایک روز تمام یہود کو جمع کیا اور اُن سے
کہا کہ یا تو تم لوگ محمدؐ کو نبی مان لو۔ اور مسلمان ہو جاؤ یا پھر اپنے بچوں اور عورتوں کو
قتل کر کے اِن کے مقابلہ پر آجاؤ اور جنگ کرو۔ تاکہ جو ہونا ہے ہو جائے۔ لیکن یہود نے
اُس کی بات کو نہ مانا۔ اور رسول اللہ کو پیغام بھیجا کہ ہمارے حلیف ابالبابہ بن عبد المنذر
کو ہمارے پاس بھیج دیجئے تاکہ ہم مصالحت کے بارے میں اُن سے کوئی مشورہ کریں۔
آنحضرت نے اُن کی درخواست کو شرف قبولیت بخشا۔ اور ابالبابہ کو اُن
کے پاس بھیج دیا۔ ابالبابہ جب پہنچے تو یہود کے تمام مرد و زن اور بچے اُن کے
پاس جمع ہو گئے وہ سب روتے اور آہ و زاریاں کرتے تھے۔ ابولبابہ اِس سے بہت
متاثر ہوئے اور جب یہود نے اُن سے اپنے انجام کے بارے میں دریافت کیا
تو وہ راز کو چھپا نہ سکے۔ اور کہہ دیا کہ رسول اللہؐ اُنہیں ذبح کر دینگے۔
ابولبابہ کو اِس بات کی اجازت نہ تھی کہ وہ جماعتی راز کو افشا کرتے چنانچہ اِس بات پر

وہ بڑے نادم ہوئے۔ اور مسجد کے ایک ستون کے ساتھ اپنے آپ کو جا باندھا۔ اور اللہ تعالیٰ
سے رو رو کر استغفار کرنے لگے۔ گو یہود کو اِس راز کے افشا ہونے سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا
اور باوجود اپنے انجام سے باخبر ہونے کے اُنہوں نے اپنے آپ کو رسول اللہؐ کے حوالہ کر دیا۔ اور ان
میں سے چند ثعلبہ۔ اسید اور اسد اُسی رات مسلمان ہو گئے۔ باقی یہود نے جب مصالحت کا اظہار
کیا تو آنحضرت نے اُنہیں کی رائے سے اُن کا معاملہ جناب سعد بن معاذ کے سپرد کر دیا۔ جو غزوۂ
خندق کے مجروحین میں سے تھے۔ سخت زخمی ہونے کے باوجود سعدؓ سوار ہو کر قریظہ میں آئے اور
یہود سے اقرار لیا کہ کیا تمہیں میرا فیصلہ منظور ہوگا۔ بنو قریظہ کے سب لوگوں نے اقرار کیا اور
اثبات میں جواب دیا۔ تو حضرت سعد نے فیصلہ کیا کہ تمام بالغ مرد جو لڑائی کے اہل ہوں قتل کر دیئے
جائیں۔ عورتیں اور بچے لونڈیاں اور غلام بنائے جائیں اور مال۔ مال غنیمت تصور کیا جائے۔
کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے جب یہ فیصلہ سنا۔ تو پکارے کہ اے سعد تو نے اللہ کے حکم مرضی
کے مطابق فیصلہ دیا ہے۔ رسول اللہ بھی یہی چاہتے تھے۔ کیونکہ بنو قریظہ نے آئین دوستی
و وفا کو توڑا۔ غداری اور بے وفائی کا نیا ریکارڈ قائم کیا تھا۔ چنانچہ اِس فیصلہ کے
مطابق بنو قریظہ کے بالغ افراد جو چھ سات سو کے قریب تھے لائے گئے اور بستی کے
باہر گڑھے کھودے گئے اور سب کو رسول اللہ کی موجودگی میں قتل کر دیا گیا۔ عورتیں اور
بچے غنیمت کے طور جماعت میں تقسیم ہوئے۔ اور جو مال ملا اُس میں پندرہ سو تلواریں
تین سو زرہیں، دو ہزار نیزے اور پندرہ سو کمانیں اور تیروں کے انبار تھے۔
یہ سارا اسلحہ ریاست کے خزانے میں داخل کر دیا گیا۔ البتہ کپڑے نقدی برتن اور دوسرا مال غنیمت
تین ہزار مسلمانوں میں تقسیم ہوا۔ ریاست کو پانچواں حصہ سواروں نے تین تین حصے پائے ایک اپنا اور

دو حصے گھوڑے کے - پیادہ جماعت میں سے ہر کسی کو ایک حصہ ملا - پانچواں حصہ جو ریاست کا
تھا - اُسے رسول اللہ نے اپنی صوابدید اور رائے کے مطابق جس حساب سے جسے چاہے بخشا -
قیدیوں میں سے ایک عورت ریحانہ بنت عمرو کو اپنے لئے چن لیا - اور جتنے قیدی خمس میں
آپ کو ملے - اُنہیں آپ نے نجد بھیج دیئے اور اُن کے بدلہ میں اسلحہ حاصل کر لیا -

مورخ لکھتے ہیں کہ حیی بن اخطب اگر بنو قریظہ کو بے وفائی اور عہد شکنی پر آمادہ نہ کرتا تو بنی قریظہ
کا یہ انجام نہ ہوتا - جو ہوا - دوسرے یہ کہ بنو قریظہ اچھے دوست نہ تھے وفا اُن کی فطرت ہی میں نہ تھی
اگر اُن میں کچھ بھی وفا کا اثر ہوتا تو غزوہ خندق میں جب پچیس دن تک محاصرہ رہا اور
قبیلہ اوس کے سردار جو یہود کے پرانے حلیف تھے - اور اکثر اُن کی سمت کے مورچہ پر
گشت کرتے تھے - تو اُن سے ہی ہمدردی کا اظہار کرتے عملاً نہ سہی زبانی ہی سہی اُن سے
یہ بھی نہ ہو سکا - بلکہ حضرت سعدؓ کے زخمی ہونیکا سبب بھی بنو قریظہ ہی تھے - گو سعدؓ نے ان
بدبختوں کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھا - لیکن اس زخم نے جو یہود کی نشان دہی پر
اُنہیں پہنچا تھا - اُن کی جان لے لی - جس وقت یہ زخم حضرت کو لگا تھا تو
اُس وقت بظاہر معمولی نظر آ رہا تھا - اُس تیر کو رسول اللہ نے کھینچ کر زخم کو
کچھ اس طرح اپنے ہاتھ سے سینکا کہ خون بہنے سے رک گیا - اور مرہم پٹی سے مندمل
ہو گیا تھا - مگر اندر اندر ہی زخم بڑھتا رہا - بالآخر جب یہ زخم پھٹا - تو خون فوارہ کی مانند
جاری ہو گیا - اور آپ کے تیمارداروں نے رسول اللہ کو اس واقعہ کی خبر نہیں ہونے پائی - ابھی رات
گذرنے نہ پائی تھی کہ حضرت سعدؓ شہادت پا گئے - ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حضرت سعدؓ کی
شہادت کی خبر جبریلؑ نے رسول اللہ کو ان الفاظ میں دی - کہ اے محمدؐ یہ کس کی میت کی
خاطر آسمان کے سارے دروازے اچانک کھل گئے - اور عرش رنج کے مارے کانپ اٹھا
رسول اللہ نے یہ بات سنی تو گھبرا گئے اور جلدی جلدی اُس سمت روانہ ہو گئے جدھر حضرت سعدؓ

کی خیمہ گاہ تھی - لکھا ہے کہ آپ اسقدر تیز تیز چل رہے تھے - کہ آپ کی چادر مبارک زمین پر گھسٹ رہی تھی
گویا شدت غم سے آپ چادر بھی جسم سے لپیٹ نہ سکے - اور جب آپ وہاں پہنچے تو حضرت سعدؓ واقعتاً
رخصت ہو چکے تھے - حضرت سعدؓ کی موت سے رسول اللہ کو بیحد صدمہ پہنچا - اور آپ کی موت
جس وجہ مہتم بالشان ہوئی اسکا اندازہ ابن کثیر کی اس روایت سے بھی ہوتا ہے کہ
حضرت سعدؓ کی موت پر ستر ہزار فرشتے تعزیت کے لئے زمین پر اُترے - اور یہی
روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہؐ کی خدمت میں ایک بہت ہی نرم نازک جبہ
باہر سے بطور نذر پہنچا - صحابہ نے اس کی لطافت کو بہت سراہا تو آنحضرت نے اُن سے
فرمایا کہ جنت میں سعدؓ کے رومال اس سے بہت اچھے اور لطیف ہیں - یہ روایت
بخاری نے بھی لکھی ہے -

شریہ محمد بن مسلمہ

راویان تاریخ اسلام آگے کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ ہفتہ کی رات کو مدینہ کے
افق سے جب احزاب کے بادل چھٹ گئے اور اتوار کی صبح کو جب حضور سرور عالم مدینہ
واپس آ رہے تھے تو راستہ میں ہی صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ اب قریش تم پر حملہ آور
نہیں ہونگے اب تمہاری باری ہے تم اُن پر چڑھ جاؤ گے - یہ بات رسول اللہ نے الہام
یا وحی کی بنا پر نہیں کہی بلکہ حضور کے سامنے وہ لائحہ عمل تھا جو مستقبل میں مسلمان
اختیار کرنے والے تھے - چنانچہ اس سلسلے کی پہلی کڑی بنو قریظہ تھے اس خارشتہ
کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا گیا کیونکہ یہ مقامی اور اندرونی دشمن تھے اِن سے فراغت
پانے کے بعد بنی بکر کی طرف توجہ دی - اور احزاب کے اس گروہ کو ختم کرنے کے
لئے جناب محمدؐ بن مسلمہ کی قیادت میں سواروں کا ایک دستہ القرطاء کی طرف

روانہ کیا گیا۔ اور ہدایت کی گئی کہ انتہائی احتیاط اور رازداری کے ساتھ سفر
کریں۔ دن کو چھپے رہیں اور رات کو سفر کریں۔ چنانچہ محمد بن مسلمہ نے نہایت راز
داری سے سفر کیا اور رسول اللہؐ کی ہدایت پر پورا پورا عمل کیا۔ اسطرح وہ دشمن
کے ٹھکانوں تک جا پہنچے۔ ان کی آمد چونکہ اچانک تھی اس لئے بنی بکر مقابلہ میں جم
نہ سکے۔ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ اور جناب مسلمہ ڈیڑھ سو اونٹ اور تین ہزار بھیڑ بکریوں کا ریوڑ
ہانک کر مدینہ لے آئے۔ اس کامیاب سریہ نے مسلمانوں کو جو نئی طاقت بخشی وہ احزاب کا
ایک کامیاب مظاہرہ تھا۔ دوسرا مظاہرہ اس وقت ہوا۔ جب رسول اللہؐ بذات خود بنی لحیان
کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے۔ جنہوں نے اُحد کی جنگ کے بعد رسول اللہؐ کو دھوکہ دیکر
کچھ مسلمانوں کو حاصل کیا اور انہیں رجیع کے مقام پر قتل کر دیا اور کچھ کو مکہ کے قریش کے پاس
لے جا کر فروخت کر دیا۔ بہانہ یہ کیا تھا کہ ہمیں کچھ آدمی دیں جو ہمیں دین سکھا دیں اس طرح
دس ایسے افراد جو علم دین کے ماہر تھے۔ اُن کے ساتھ بھیج دئیے۔ لیکن بنی لحیان نے
دھوکہ کیا اور ان میں سے آٹھ کو شہید کر دیا اور دو کو مکہ لے جا کر قریش کے پاس
فروخت کر دیا۔ جنہیں انہوں نے بعد میں شہید کر دیا۔ اس انتقامی مہم کے لئے
رسول اللہؐ نے ربیع الاول ۶ھ اور بعض مورخین کے نزدیک جمادی الاول میں مدینہ
سے روانہ ہوئے۔ اس سفر کو آپؐ نے اتنے رازدارانہ طور سے شروع کیا کہ پہلے مدینہ
سے شام کی طرف روانہ ہوئے۔ تاکہ لوگ جانیں کہ آپ شام جا رہے ہیں۔ لیکن راستہ
میں اچانک آپؐ نے راستہ تبدیل کر لیا۔ اور بطن غران پہنچ گئے جو عسفان سے
پانچ میل اس طرف تھا۔ جیسے ہی آپ بنی لحیان کے مسکن کے قریب پہنچے
یہ لوگ بھاگ کر پہاڑوں میں جا چھپے اور ان میں سے کوئی بھی آپ کے ہاتھ نہ
لگا۔ پھر آپؐ نے دو دن تک یہاں قیام فرمایا اور اپنی جماعت کو مختلف ٹولیوں میں بانٹ کر

ادھر اُدھر بھیجا۔ اور اس طرح اپنی تشریف آوری کی خوب شہرت کی۔ اور جناب ابوبکرؓ
کو دس سوار دیکر حکم دیا کہ عسفان سے آگے بڑھیں اور قریش کو جتا دیں کہ مسلمان
اس طرف آئے ہیں جناب ابوبکر صدیقؓ ان سواروں کے ساتھ غمیم تک پہنچے۔ لیکن
بنی لحیان یا قریش میں سے کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ ان سواروں کو للکارتا یا ان سے پوچھتا
کہ تم ادھر آئے ہو۔ حالانکہ یہ صرف دس سوار تھے اور اُس فوج کا ایک حصہ تھے جن کی تعداد
صرف دو سو تھی۔ اس طرح رسول اللہؐ نے چودہ دن باہر گذارے پھر مدینہ واپس آ گئے۔
لکھا ہے کہ رسول کی واپسی کو ابھی چند یوم ہی گذرے تھے کہ حصن بن حذیفہ غطفانی کچھ سواروں
کو لیکر الغابہ آ پہنچا اور رسول اللہؐ کی کچھ اونٹیوں کو جو یہاں چر رہی تھیں پکڑ لیا اور ایک
آدمی جو ابوذر غفاری کے بیٹے تھے، مار ڈالا۔ اور اُن کی بیوی کو قید کر لیا۔ جب آپ
کو اس گستاخی کا علم ہوا تو آپ حصن بن حذیفہ کی مزاج پرسی کو چلے اور حصن کے ساتھیوں
میں سے کئی کو قتل کر دیا۔ حصن نے جب راہ فرار اختیار کی تو آپ نے جبل ذی قرد تک اس
کا تعاقب کیا جو غطفان کے علاقہ میں تھا۔ وہاں آپ ایک دن اور ایک رات ٹھہرے اور
اس تعاقب کو ہی کافی سمجھ کر واپس تشریف لے آئے۔ اس کے بعد دو ایک چھوٹی
چھوٹی مہمیں اور بھی ہوئیں جن سے ایک میں مسلمانوں کا کچھ نقصان ہوا۔ باقی مہم ہر طرح سے
کامیاب رہیں۔ ان میں ایک مہم جس میں ابوعبیدہ بن الجراح سالار تھے چالیس سواروں
کے ساتھ بنی ثعلبہ اور بنی عوال پر حملہ آور ہوئے۔ اور اُن کے سارے اونٹ اور
بکریاں مدینہ ہانک کر لے آئے۔ اس کے بعد احزاب کے شریک قبیلہ بنی سلیم کی مزاج پرسی
کے لئے جناب زید بن حارثہ مامور ہوئے۔ اور بڑے کامیاب رہے۔ اس کے بعد انہیں
زید بن حارثہ کو بنی ثعلبہ کی تادیب سونپی گئی۔ گو زید بن حارثہ بڑی رازداری سے ان کے
ٹھکانوں تک پہنچ گئے۔ مگر پھر بھی انہوں نے راہ فرار اختیار کر لی۔ اور زید بن حارثہ کو

بجز اُن کے اونٹ اور بھیڑ بکریوں کے اور کچھ نہیں ملا۔ مورخین کے نزدیک ۶ھ
کی فوجی مہموں میں وہ سب سے بڑی مہم ہے جو قبیلہ جذام کی تاراجی کے لئے اختیار
کی گئی۔ یہ قبیلہ اسلام دشمنی میں خاصا ممتاز تھا اور وادی القریٰ کے ماوریٰ
اِس علاقہ میں آباد تھا۔ جس کے اندر سے حجاز اور شام کو ملانے والی راہ گذرتی تھی۔
اور اِس مہم کی فوری ضرورت کی ایک وجہ اور بھی لکھی ہے کہ وحیہ کلبی جو رسول اللہ کے سفیر
خاص بن کر بادشاہ قیصر کے پاس گئے تھے اور راستہ میں اِس قبیلہ کے مہمان ہوئے تھے
اُس وقت اِسی قبیلے کے کچھ لوگوں نے اِن پر حملہ کرکے اِن کا سامان لوٹ لیا تھا۔
اِس مہم میں پانچ سو مسلمانوں نے حصہ لیا۔ جب اِس قبیلہ پر حملہ کیا گیا۔ تو قبیلہ کا سردار
زید بن عارضہ موقع سے فرار ہو گیا اور اِس کے بہت سے ساتھی مارے گئے۔ اور قریب
قریب پورے قبیلہ کو قیدی بنا کر مدینہ لایا گیا۔ سردار قبیلہ جو موقع سے فرار ہو گیا تھا
اور گرفتار نہ ہو سکا وہ زید کے واپس آنے سے پہلے پہلے رسول اللہ کی خدمت میں
حاضر ہوا۔ اور مع اپنے متعلقین کے ایمان لے آیا۔ اور اسلام قبول کر لیا۔ آنحضرت نے
اِس کے اسلام قبول کرنے کے سبب سب قیدیوں کو رہا کر دیا۔ اور غنیمت کی ہر چیز
واپس کر دی۔ نتیجتاً یہ مہم بڑی کامیاب رہی۔ کیونکہ اس میں جذام کا ایک بڑا گروہ مسلمان
ہو گیا تھا۔ اور اِس قبیلہ کی دشمنی ختم ہو گئی تھی۔

جذام قبیلہ کی تادیب کرنے کے بعد جناب زید بن حارثہ بنی فزارہ کی طرف متوجہ
ہوئے۔ اور انہیں بھی نہایت کامیابی کے ساتھ زیر کیا۔

۶ھ ہی میں جناب عبدالرحمن بن عوف کو دومۃ الجندل کی مہم پر روانہ کیا۔
دومۃ الجندل وہی مقام ہے جہاں حضور ایک مرتبہ خود بھی تشریف لے گئے تھے۔
یہ صحرائے شام کا ایک مشہور مقام تھا۔ یہاں کی آبادی قبیلہ بنی کلب رومی
بادشاہ کی رعایا تھی۔ اِن پر فوج کشی کے یہ معنی تھے کہ رومیوں کو دعوت

جنگ دی جا رہی ہے۔ اِسی وجہ سے جب عبدالرحمن کو اِس مہم کے لئے روانہ
کیا گیا تو انہیں اِس طرح ہدایات عطا کیں جیسے کسی بڑی فوج کو ہدایات دی جاتی
ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ نہ تو ظلم و زیادتی کو شعار بنانا۔ اور نہ دھوکے سے کام لینا اور
نہ بچوں کو مارنا۔ حربی منصوبوں میں یہ سب سے بڑی مہم تھی۔ جس کی قیادت
عبدالرحمن بن عوف جیسے محتاط سپہ سالار کو ملی۔ جب آپ دومۃ الجندل پہنچے اور
بنی کلب پر حملہ آور ہونے سے پہلے۔ انہیں اسلام لانے کی دعوت دی اور برابر تین دن
منتظر رہے۔ تین دن کے بعد بنی کلب کا سردار الاصبغ بن عمرو اُس کے بہت سے ساتھی
اسلام لے آئے۔ مورخ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ کے لئے یہ صورت حال غیر متوقع نہ تھی
اِس بارے میں پہلے سے ہی ارشاد گرامی تھا کہ اگر وہ لوگ اسلام لے آئیں تو اُن کے بادشاہ کی
بیٹی سے نکاح کر لینا۔ چنانچہ اِس ارشاد نبوی کے مطابق عبدالرحمن بن عوف نے الاصبغ
کی صاحبزادی تماضر سے شادی کر لی۔ اور اُسے ساتھ لیکر مدینہ واپس آ گئے۔ اِس مہم سے
وہ پورا صحرا جو مدینہ سے لیکر شام تک پھیلا ہوا تھا اسلام کے زیر اثر آ گیا۔

—— انہیں دنوں میں آپ کو خبر ملی کہ بنو اسد فدک کے قریب جمع ہو رہے ہیں
اور اُن میں اور یہودان خیبر میں کچھ سازش چل رہی ہے۔ جناب علیؓ کو حکم ملا کہ ان کی
کی سرکوبی کے لئے جائیں۔ چنانچہ شعبان ۶ھ میں حضرت علیؓ فدک پہنچے۔ جب آپ یہاں
آئے اور بنو اسد کو آپ کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ منتشر ہو گئے اور حضرت علیؓ اِن سے پانچسو
اونٹ اور دو ہزار بھیڑ بکریوں کو ہانکتے مدینہ آ پہنچے۔ یہ اِس سال کی آخری مہم تھی۔

———

مکہ کی طرف روانگی اور صلح حدیبیہ سنہ ۶ ہجری

مورخان تاریخ اِس روانگی کا حال اس طرح بیان کرتے ہیں۔ کہ یہ روانگی کسی حربی نمائش
کے لئے نہ تھی اور نہ ہی کسی کے ساتھ جنگ مقصود تھی۔ اِس روانگی کا مقصد صرف کعبتہ اللہ
کی زیارت اور پروردگار کے حضور قربانی پیش کرنا تھی۔ اِسی لئے آپ نے مدینہ سے نکلتے
وقت منادی کرائی تھی کہ وہ عمرہ کے لئے جا رہے ہیں۔ آپ نے مدینہ سے ہی احرام باندھا
اور قربانی کے جانوروں کو ہمراہ لیکر روانہ ہوئے۔ جب آپ کے اِس ارادہ سے دیہاتی لوگوں
کو اطلاع ملی تو وہ مدینہ آئے اور آپ کے ہمراہ چلنے کی خواہش کی۔ لیکن آپ نے اُن کو
منع کر دیا۔ اُس وقت آپ کے ہمراہ سولہ سترہ سو مسلمانوں کی ایک اچھی خاصی تعداد تھی
جب رسول اللہ کا یہ کاروان عسفان پہونچا۔ اور قریش کو جب آپ کی آمد کا حال معلوم
ہوا تو اُنہوں نے جنگ کی تیاری کرلی۔ اور خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابوجہل کی قیادت
میں دو دو سو سوار کراع الغمیم بھیج دئے تاکہ رسول اللہ سے تلوار کی زبان سے بات کریں خالد بن ولید
اپنے سواروں کو لیکر رسول اللہ کی خیمہ گاہ کے قریب آ گئے۔ تو حضور رسالتمآب نے طلایہ کے سردار
جناب عباد بن بشر کو حکم دیا کہ صفیں باندھ لیں۔ جب صفیں مرتب ہو گئیں تو آپ نے ظہر کی نماز
نماز خوف کے طور پر ادا کی۔ اور یہ صفیں شام تک باندھے رہے۔ جب اندھیرا ہو گیا تو
دشمن کو دھوکا دیکر آپ وہاں سے چل نکلے۔ اور اوپر کا چکر کاٹ کر حدیبیہ کے مقام تک پہنچ
گئے۔ جو مکہ سے صرف سات میل کے فاصلہ پر تھا۔ یہیں آپ نے چھاؤنی ڈال دی۔
خالد بن ولید کی قیادت میں جو سوار آئے تھے وہ اِسطرح رسول اللہ کا راستہ روکنے
میں ناکام ہوئے تو مکہ کو واپس لوٹ گئے۔ پھر اُدھر سے کوئی فوج نہیں آئی۔ البتہ سفیر
آنے شروع ہو گئے۔ پہلی سفارت خزاعہ کے کچھ سواروں پر مشتمل تھی جسکی قیادت
بدیل بن ورقہ کر رہا تھا۔ اِس میں اور رسول اللہ میں جو بات چیت ہوئی۔ اُس میں
آپ نے اِس ارادہ کا اظہار کیا۔ جس کا اعلان مدینہ سے روانگی کے وقت کیا تھا۔

آپ نے اُنہیں مکمل طور سے آگاہ کر دیا کہ ہم لڑنے کے ارادے سے نہیں آئے صرف بیت اللہ
کی زیارت اور تعظیم مقصود ہے۔ ہم لڑنے نہیں آئے صرف اُس گھر کا طواف کرنا چاہتے ہیں
البتہ ہمیں جو طواف سے روکے گا ہم اُس سے لڑینگے۔ بدیل یہ جواب پاکر لوٹ گیا
اور قریش کو اِس سے آگاہ کیا۔ قریش نے دوسرا سفیر مکرز بن حفص کو بنا کر بھیجا۔ اُسے بھی
رسول اللہ نے وہی جواب دیا۔ جو بدیل کو دیا تھا۔ اب قریش نے تیسرا سفیر بھیجا جو احابیش کا
سردار حلیس بن علقمہ تھا۔ جب حلیس کی سواری اسلامی خیمہ گاہ کے قریب پہنچی
تو آپ نے سیاست پرتی خادم سے کہا۔ کہ قربانی کے جانوروں کو سامنے لائیں قربانی
کے جانور جب سامنے آئے تو حلیس خاصا متاثر ہوا۔ اور بغیر بات چیت کئے اور قریش کا پیغام
کہے بغیر مکہ واپس لوٹ گیا۔ اور رسول اللہ کی طرف سے قریش کو مطمئن کرنے کی کوشش کی
لیکن اکابر قریش نے اُس کے ساتھ گستاخی کی اور کہا تو محض دیہاتی ہے جب سے دیکھتا جا
تجھے سیاست کا کوئی علم نہیں۔ اِس اظہار سے حلیس کو بڑا دکھ ہوا۔ اور اُس نے احتجاج کیا
اور کہا کہ بخدا ہم اِس بات پر تمہارے دوست نہیں بنے تھے اور نہ ہم میں اور تم میں اِس بات
پر کوئی معاہدہ ہوا۔ کہ اگر کوئی شخص بیت اللہ کی زیارت کو تو اُسے روکا جائے۔ پھر حلیس نے
اِس بات کی قسم کھائی کہ اگر قریش نے محمدؐ کو بیت اللہ کی زیارت سے روکا تو وہ اپنی جماعت کے
ساتھ محمدؐ سے ملکر قریش سے لڑیگا۔ جب یہ صورت حال ہوئی تو قریش نے عروہ بن مسعود الثقفی کو
سفیر بنا کر رسول اللہ کے پاس بھیجا۔ یہ سفیر جب آپ کے پاس آیا۔ تو اِس سے بھی آپ نے وہی کچھ کہا
جو بدیل سے کہا تھا۔ جب مسعود واپس آئے تو قریش کو اِن الفاظ میں سمجھایا۔ کہ اے قریش میں
کسریٰ و قیصر اور نجاشی کے ملکوں میں ہو آیا ہوں۔ مگر میں نے کسی بادشاہ کو اپنی قوم میں
ایسا نہیں پایا۔ جیسے محمدؐ کو اُن کے اصحاب میں پایا۔ میری نظر میں یہ لوگ محمدؐ کی مخالفت
کسی صورت نہیں کرینگے اور اُن کا ساتھ کبھی چھوڑینگے اور نہ حکم عدولی کرینگے۔ اِس لئے تم
اپنا خیال بدل ڈالو۔ پے در پے سفیروں نے جب ایک ہی قسم کی بات قریش سے کہی تو اُنہوں

نے مطالبہ کیا کہ ادھر سے کوئی آدمی سفیر بن کر قریش کے پاس آئے۔ اور تجویز پیش
کی کہ حضرت عمر بن الخطاب ؓ گفتگو کے لئے آئیں۔ لیکن حضرت فاروق اعظم نے حضرت عثمان ؓ
بن عفان کو بھیجنے کی کوشش کی اور یہ صلاح دی کہ حضرت عثمان غنی ؓ جس قبیلہ سے تعلق
رکھتے ہیں وہ مکہ میں با اثر ہے۔ اور ممتاز بھی دوسرے سردار قریش ابوسفیان بھی ان کا
قریبی عزیز ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان غنی ؓ کو سفیر بنا کر قریش سے بات چیت کے لئے بھیجا
گیا۔ لکھا ہے کہ اس سے پہلے خراش بن اُمیہ کو بھیجا گیا۔ لیکن انہیں مکہ میں داخلہ کی اجازت
نہ ملی۔ حضرت عثمان غنی ؓ جب قریش کے پاس آئے تو انہوں نے کوئی نئی بات نہیں کی
بلکہ وہی کچھ کہا جو رسول اللہ نے بدیل یا دوسرے سفیروں سے کہا تھا۔ حضرت عثمان غنی ابھی لوٹ
کر نہیں آئے تھے کہ نہ معلوم کیسے یہ خبر اسلامی چھاؤنی میں پھیل گئی کہ حضرت عثمان غنی کو شہید کر
دیا گیا۔ رسول اللہ ؐ کو جب یہ خبر ملی تو آپ نے سب کو اکٹھا کیا اور قریش سے لڑنے کی بیعت
لی یہ بیعت **الرضوان** کہی گئی۔ اور یہ ایک درخت کے نیچے کی گئی جب رسول اللہ نے صحابہ
سے بیعت لے لی تو حضرت عثمان غنی ؓ کی طرف سے بھی عہد لیا۔ اور اپنا بایاں ہاتھ دائیں
ہاتھ پر مار کر فرمایا کہ یہ عثمان کی بیعت ہے۔ جس نے اللہ اور اُس کے رسول کی خاطر مکہ کا سفر کیا۔
جب یہ خبر قریش کو پہنچی تو وہ سخت مرعوب ہوئے۔ اور اس خبر کی تردید ہوگئی۔
یعنی یہ بات غلط ہے کہ حضرت عثمان غنی کو شہید کیا گیا ہے۔ پھر قریش نے کافی ہیر پھیر کے
بعد اپنی آخری اور مکمل با اختیار سفارت رسول اللہ کی خدمت میں بھیجی تو رسول اللہ ؐ
نے مصالحت فرمائی۔ یہ آخری سفارت سہیل بن عمرو اور کچھ دوسرے اشخاص پر مشتمل
تھی۔ ایک طویل گفتگو کے بعد رسول اللہ ؐ اور سہیل اس امر پر رضامند ہو گئے کہ
مصالحت ایک تحریری معاہدہ کے ذریعہ پختہ ہو جائے۔ لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق ؓ
کو یہ مصالحت اس طرح پسند نہ تھی آپ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو اپنا ہمنوا بنانا چاہا

پھر رسول اللہ سے احتجاج کیا۔ الفاظ یہ تھے ترجمہ۔ سوال؟
اے اللہ کے رسول کیا آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں۔
جواب: آپ نے فرمایا۔ یقیناً ہوں۔ حضرت فاروق نے پھر سوال کیا۔
کہ یا رسول اللہ۔ کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ یقیناً ہیں۔
حضرت عمر ؓ نے پھر دریافت فرمایا۔ کیا وہ مشرک نہیں ہیں؟ حضور نے جواباً
فرمایا کہ یقیناً ہیں۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق ؓ نے عرض کیا کہ پھر ہمیں دین کے معاملہ
میں بزدلی نہیں کرنی چاہئے۔ آنحضرت نے اس احتجاج پر بڑا شافع جواب عطا فرمایا
کہ میں اُس کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں۔ اُس کے حکم کی مخالفت نہیں کر سکتا۔
گویا دوسرے لفظوں میں یہ مصالحت اللہ کی مرضی سے ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے حضرت
علی کرم اللہ وجہہ کو طلب کیا اور حکم دیا کہ لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سہیل نے اعتراض
کیا کہ مجھے ان الفاظ سے واقفیت نہیں ہے۔ اسکے بجائے باسمک اللھم لکھو
آپ نے فرمایا۔ اے علی ؓ یہی لکھ دو۔ پھر جب اگلی عبارت لکھوائی ھذا ما صالح علیہ
محمد رسول اللہ سہیل بن عمرو۔ سہیل نے اعتراض کیا اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول
مان لیتے تو پھر ہم آپ سے لڑتے کیوں۔ اس کے بجائے سہیل نے تجویز کیا کہ آپ
اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھوائیں۔ آپ نے حضرت علی ؓ کو حکم دیا کہ رسول اللہ کا لفظ
مٹا دیں اور اُس کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھ دیں۔ حضرت علی ؓ نے اس حکم کو نہیں مانا
اور عرض کی کہ میں رسول اللہ کے لفظ کو قطعاً نہیں مٹاؤں گا۔ چنانچہ آپ نے صحیفہ حضرت علی ؓ
کے ہاتھ سے لیکر جگہ دریافت کی کہ رسول اللہ کہاں پر لکھا ہے۔ جب حضرت علی ؓ نے جگہ
بتلائی تو آپ نے پہلے الفاظ مٹا کر خود اُس جگہ پر ابن عبداللہ تحریر فرمایا۔ اس کے بعد
حضرت علی ؓ نے یہ معاہدہ تحریر فرمایا۔ مورخ لکھتے ہیں کہ اس معاہدہ کی ایک ایک شرط
پر کافی اور بڑی لمبی بحث ہوئی۔ اور اس بحث کے بعد جو بھی تحریر لکھی

جاتی تھی اُس پر مسلمان سخت ناراضگی کا اظہار کرتے ۔ بالآخر معاہدہ تحریر میں لایا گیا
مضمون یہ تھا۔ ترجمہ ملاحظہ ہو۔ یہ ہے جس پر محمدؐ بن عبداللہ نے سہیل بن عمرو سے
مصالحت کی ان دونوں نے مصالحت کی کہ دس سال تک لڑائی نہیں لڑینگے
اِن سالوں میں لوگ مامون رہینگے ۔ ایک جماعت دوسری جماعت سے رکی رہیگی
جو شخص قریش سے اُن کی اجازت کے بغیر محمدؐ کے پاس آئیگا۔ محمدؐ اُنہیں قریش پر
لازماً لوٹا دینگے ۔ البتہ جو شخص محمدؐ کے ساتھیوں سے قریش کے پاس آئیگا قریش اسے
نہیں لوٹائینگے ۔ ہم میں جو مصالحت ہوئی ہے وہ دلی مصالحت ہے ۔ اِس میں کسی قسم
کی چھپی دشمنی اور دھوکہ نہیں ہے ۔ جو کوئی چاہے محمدؐ اور اُن کے عہد میں شامل
ہو جائے اور جو چاہے قریش اور اُن کے عہد میں شامل ہو۔ اتنا لکھنے کے لبعد بنی
خزاعہ نے رسول اللہؐ کے ساتھ معاہدہ میں شرکت کی اور بنو بکر قریش کے حلیف بنے
اور رسول اللہ پر شرط عائد کی کہ اِس سال آپ لوٹ جائینگے ہم پر مکہ میں داخل نہیں ہونگے
البتہ جب اگلا سال آئے گا تو ہم تمہارے آتے ہی مکہ سے نکل جائینگے ۔ اور آپ اپنے
ساتھیوں کے ساتھ مکہ میں تین دن قیام کرینگے ۔ اُس صورت میں کہ آپ سوار اسلحہ
کے ساتھ ہونگے ۔ لیعنی تلواریں ہوں گی ۔ مگر میانوں میں ۔ اور کمانوں کی بھی اجازت ہوگی
مورخ لکھتے ہیں کہ ابھی یہ معاہدہ لکھا ہی جا رہا تھا اور اتنا ہی کچھ لکھا گیا تھا کہ ایک شخص ابو جندل
بن سہیل بن عمرو ۔ ہاتھ میں زنجیرئے وہاں آگئے سہیل نے ابوجندل کو جب دیکھا تو غصہ
سے اُس پر لپکا اور بالوں سے پکڑ کر چہرہ پر ایک چانٹا مارا ۔ اور رسول اللہؐ سے متوجہ
ہو کر کہا کہ مجھ میں اور آپ میں یہ بات پختہ ہو چکی ہے کہ قریش کا کوئی شخص آپ کے پاس آئیگا
تو آپ اُسے واپس لوٹائینگے ۔ آپ نے اِس بات کی تصدیق کی تو سہیل اباجندل کو بالوں
سے پکڑے گھسیٹا ہوا ۔ قریش کی طرف لے چلا ۔ اُس وقت اباجندل زور سے پکارے کہ
اے مسلمانوں تم مجھے مشرکین کی طرف لوٹا رہے ہو کہ وہ مجھے دین کے معاملہ میں آزمائش میں ڈالیں
اِس سے مسلمانوں میں اور زیادہ رنج و غم کا اضافہ ہوا ۔ لیکن رسول اللہؐ نے اِس غم پر قابو

پانے کے لئے اباجندل کو تسلی دی اور کہا کہ صبر سے کام لو۔ اللہ تمہارے اور تمہارے کمزور
ساتھیوں کے لئے کوئی راستہ نکالے گا۔ ہم میں اور قریش میں صلح ہو چکی ہے ۔ ہم نے اُنہیں اور
اُنہوں نے ہمیں اللہ کا واسطہ دیا ہے اس لئے ہم اُن کے ساتھ دھوکا نہیں کرینگے ۔
اِس کے لبعد حضرت عمر فاروقؓ آئے اور ابوجندل کو صبر کی تلقین کی۔ امام الزہری
فرماتے ہیں کہ جب اباجندل آئے اور سہیل نے دیکھا تو رسول اللہ سے کہا کہ پہلے میں
آپ سے اِس کا فیصلہ کروں گا ۔ کہ آپ اسے مجھے واپس کر دیں ۔ اِسپر رسول اللہؐ نے اعتراض
فرمایا کہ ہم تحریر کو اِس پر موخر نہیں کر سکتے ۔ اِس پر سہیل نے قسم کھائی کہ بخدا اگر
یہ بات ہے تو میں کسی اور بات پر کبھی بھی آپ سے مصالحت نہیں کروں گا ۔ اِسپر
رسول اللہ نے سہیل سے ذاتی اپیل کی اور اپنا واسطہ دیا اور اپیل کو دہرایا ۔ لیکن
سہیل پر اِس کا کوئی اثر نہ ہوا ۔ جبکہ دوسرا سفیر مکرز کافی متاثر ہوا ۔ اس کے لبعد ابوجندل
نے مسلمانوں سے استغاثہ کیا ۔ کہ اے مسلمانوں مجھے تم مشرکین کو واپس کر دوگے ۔ حالانکہ میں
مسلمان ہونیکے عالم میں تمہارے پاس آیا ہوں ۔ حضرت فاروق اعظم نے احتجاج کیا ۔ اور
حضرت ابوبکرؓ کو اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش کی مگر رسول اللہ نے سہیل کی شرط مان لی
اور اباجندل کو واپس کر دیا ۔ مصلحت یہ تھی کہ اباجندل مسلمان ضرور تھے اور اُن پر اُن کے
باپ اور دوسرے عزیز مسلمان ہونیکی وجہ سے سختی کرتے تھے ۔ یہ موقع پاکر بمعہ زنجیروں کے
جن میں بندھے ہوئے تھے بھاگ کر مسلمانوں میں اُس وقت پہنچے جس وقت یہ معاہدہ لکھا
جا رہا تھا ۔ اِس لئے رسول اللہ نے اِن کے لئے تکرار ضرور کی لیکن جب جماعتی مفاد کو نقصان
پہنچتا دیکھا تو واپس کرنا ہی بہتر سمجھا ۔ اور اُنہیں لوٹا دنے میں ہی جماعت کا مفاد سمجھا ۔
چنانچہ جس وقت یہ معاہدہ مکمل ہو گیا ۔ تو رسول اللہ نے صحابہ کو حکم دیا کہ اُٹھو قربانیاں کرو
اور سر منڈاؤ ۔ لیکن اُن میں سے کوئی نہ اُٹھا یہاں تک کہ آپ نے تین بار اپنا حکم دہرایا
لیکن اِن میں سے کوئی بھی نہ اُٹھا ۔ اور توقف کیا ۔ تو آپ اُم سلمہ کے پاس تشریف لے گئے

اور اُن سے لوگوں کی حالت کہی ۔ اُم سلمہؓ نے مشورہ دیا کہ اے اللہ کے رسول اگر آپ کو
یہ بات پسند ہے تو باہر نکلئے اور کسی سے کچھ کہے بغیر اپنی قربانی ذبح کیجئے اور حجام کو بلا کر
سر منڈوایئے ۔ جب حضرت اُم سلمہؓ کے مشورہ پر آپ نے قربانی کا جانور ذبح کیا اور حجام
کو بلا کر سر منڈوایا ۔ تو صحابہ نے اُن کی پیروی کی قربانیاں کیں اور سر منڈوائے ۔
لیکن یہ سب کچھ کرنے کے باوجود تمام صحابہ غیر مطمئن اور غمگین سے رہے ۔ مورخین نے آپ کے حکم کی
تعمیل نہ کرنے کو حکم عدولی نہیں کہا بلکہ اس عدم تعمیل کو توقف کہا ہے ۔
ورنہ حقیقت میں اس توقف کی وجہ یہی تھی کہ مسلمان اس معاہدہ سے سخت ناراض تھے گو
اُن سے اُس وقت کوئی گستاخی نہیں ہوئی ۔ کیونکہ صحابہ اب دین کے معاملہ میں کسی قسم کی
کمزوری کو بالکل پسند نہیں کرتے تھے ۔ اور یقیناً صحابہ چاہتے تھے کہ نہ تو ہم پر کوئی کسی
قسم کی پابندی کفار کی طرف سے عائد کی جائے اور نہ عمرہ سے روکا جائے اور نہ ہی
ابو جندل کو واپس کیا جائے ۔ صحابہ اس بات پر تیار تھے کہ تلواریں کھینچ لی جائیں اور سہیل
کی ضد کا جواب تلوار کی نوک سے دیا جائے ۔ لیکن اس معاہدہ کی تکمیل کا بظاہر اور فوری
فائدہ یہ ہوا ۔ کہ قریش دس سال کے لئے دوست بن گئے اور نہ صرف قریش ہی دوست بن گئے
بلکہ وہ قبائل بھی دوست بن گئے جو قریش کے حلیف بن گئے تھے ۔ خصوصاً دو بڑے
قبیلے بنو بکر اور بنو خزاعہ ﷺ تو اُسی وقت اس معاہدہ میں شریک ہو گئے ۔ اور آنحضرت
سے کئی عہد و پیمان کئے ۔ دوسرے یہ کہ قریش نے یہ معاہدہ کر کے اپنی زبان سے پورے عرب میں
یہ ڈھنڈورا پیٹ دیا کہ قریش نے اٹھارہ سال متواتر محمدؐ اور اُن کی جماعت سے جو دشمنی
کی اب اُس میں ناکام ہو کر اب اسے ترک کر دیا ہے اور اب وہ محمدؐ اور اُن کی جماعت
کے دشمن نہیں رہے ۔ بلکہ اُن کے دوست بن گئے ہیں اور اب جس قبیلے اور جس گروہ کا دل
چاہے اُن کی جماعت کا دوست بن جائے ۔ یہودان خیبر کے بارے میں مسلمانوں کو عملاً اجازت
مل گئی کہ اُن کے ساتھ جو چاہیں سلوک کریں گو معاہدہ میں ان کی بابت کچھ نہ تھا ۔ ——

غزوہ خیبر = خیبر کا یہ مقام جسے سرکارِ دو عالم نے سنہ ۶ھ اور بعض مورخوں
کے لکھنے کے مطابق سنہ ۷ھ میں فتح کر کے اسلامی قلمرو میں شامل کیا ۔ اسے عمالیق
کے ایک شخص خیبر نے اپنے نام پر آباد کر کے خیبر نام رکھا تھا ۔ یہ ایک بڑا شہر تھا
اور نہایت ہی زرخیز اور سرسبز مقام تھا ۔ یہاں کی آبادی یہودیوں پر مشتمل تھی
اس شہر میں بڑے بڑے قلعے تھے ایک قلعہ جسکا نام وطیح تھا آلِ ثمود کے ایک سردار وطیح بن
مازن کا بنوایا ہوا تھا جناب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جب بنی اسرائیل نے اس
طرف یلغار کی تو ان میں سے کچھ یثرب میں اور کچھ خیبر میں آباد ہو گئے تھے ۔ اور یہ لوگ
اُس وقت سے یہاں آباد تھے ۔ یثرب کے یہودیوں کو جب رسول اللہؐ نے ملک بدر
کیا تو وہ بھی یہیں آ کر آباد ہو گئے تھے ۔ یہ دو بڑے قبیلہ بنی قینقاع اور بنی نضیر
جب سے یہاں آ کر آباد ہو گئے تھے ۔ اُس وقت سے خیبر یہود کا سب سے بڑا مرکز تھا ۔
اور عہد موسوی سے لیکر اب تک اس مقام کے یکہ و تنہا مالک رہے تھے ۔
معاہدہ حدیبیہ کے بعد جب رسول اللہؐ واپس مدینہ تشریف لائے تو آپ کو معلوم ہوا
کہ یہودان خیبر بنو قریظہ کے انجام کا بدلہ لینے کے لئے کسی بڑے منصوبہ کو بروئے کار
لانے کی تدبیر کر رہے ہیں ۔ چنانچہ آپ نے ان کی مزاج پرسی کیلئے خیبر کی جانب
کوچ کیا ۔ اس وقت آپ کے ساتھ وہی لوگ تھے جو حدیبیہ کے مقام پر
آپ کے ساتھ تھے ۔ اور ان کی تعداد چودہ سو کے قریب تھی ۔ مورخین کے نزدیک
یہ مہم آپ نے جمادی الاول میں شروع کی ۔ لکھا ہے کہ مدینہ سے روانگی کے
تین دن بعد آپ خیبر پہنچ گئے ۔ لیکن آپ سیدھے خیبر نہیں گئے بلکہ
راستے میں وادی رجیع میں قیام فرمایا ۔ اسلئے کہ یہاں پر آباد قبیلہ غطفان

اور خیبر کے درمیان حائل نہ ہو جائیں - کیونکہ ان میں اور یہود میں دوستی تھی -
اس لئے خطرہ تھا - اور قوی امکان تھا کہ جب رسول اللہ خیبر جا پہنچتے تو
یہ لوگ پیچھے سے اسلامی لشکر پر حملہ آور ہو چلتے - اسلئے آپ نے وادی رجیع میں
قیام فرمایا - یہود کو آپ کی آمد کی اطلاع بالکل نہ تھی اُنہیں اُس وقت معلوم ہوا جب آپ دوسری
صبح خیبر کی طرف روانہ ہوئے - رجیع کے مقام پر جس وقت آپ خیمہ زن تھے قبیلہ
غطفان نے لڑنے کا منصوبہ بنایا اور اس غرض سے یہ لوگ اپنے مسکنوں سے نکل پڑے
ابھی راستہ ہی میں تھے کہ اُن کے ٹھکانوں میں ایسا شور اُٹھا کہ ان لوگوں میں اضطراب
پھیل گیا - اور وہ یہ سمجھے کہ شاید اسلامی لشکر نے اُن کے ٹھکانوں پر حملہ کر دیا ہے اِس
احساس کی بنا پر اُنہوں نے واپسی اختیار کی - اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں میں کچھ ایسی
دہشت بٹھا دی کہ وہ اپنے مسکنوں میں جا گھسے کہ پھر باہر نکلنے کا نام بھی نہ لیا - اور یہود
یعنی اہل خیبر اور رسول اللہ کو لڑنے کے لئے تنہا چھوڑ دیا - یہودیوں کے اِس بڑے مرکز
پر حملہ کرنے کے لئے دوسرے دن صبح کے وقت اسلامی لشکر رجیع سے روانہ ہوا -
مورخ ابن سعد کی تحریر کے مطابق رسول اللہ نے اپنی فوج آگے بڑھائی اور خیبر کے
قریب آئے اور اُس کا محاصرہ کر لیا - یہ خیبر کی پہلی لڑائی تھی اِس میں آپ نے جھنڈے
تقسیم کئے پہلا جھنڈا رایتہ النبی جس کا نام عقاب تھا اور جناب عائشہ صدیقہ رض کی
چادر مبارک سے بنایا گیا تھا - اور سیاہ رنگ کا تھا - دوسرا جھنڈا رسول اللہ کا ذاتی
لوا یا یعنی نشان نبوت سفید رنگ کا تھا - اِس جھنڈے کے علاوہ اسلامی سپاہ
کے اُس روز دو جھنڈے اور بھی تھے - جن میں سے ایک کو الحباب بن المنذر
اُٹھائے ہوئے تھے اور جناب سعد بن عبادہ کو ملا تھا - گویا اُس روز اسلامی سپاہ
کے چار جھنڈے تھے - تین بڑے اور ایک چھوٹا جو سپہ سالار فوج کا جھنڈا تھا -

لکھا ہے کہ رسول اللہ ؐ کو کبھی کبھی سر میں درد کی تکلیف ہو جایا کرتی تھی جسکی
وجہ سے آپ ایک دو دن باہر نہ نکلتے - جس روز آپ خیبر میں آترے تو یہ درد
شروع ہو گیا - اِس سبب آپ باہر لوگوں میں نہ آئے خیمہ اطہر کے اندر ہی رہے
اس لئے رایتہ الرسول حضرت ابوبکر صدیق کو مرحمت ہوا - اور آپ نے سپاہ کی کمان کی
سخت لڑائی لڑی - پھر لوٹ آئے - اور جھنڈا حضرت فاروق اعظم نے اٹھایا اور
اِنہوں نے بھی سخت لڑائی کی جو پہلی لڑائی سے زیادہ سخت تھی - لیکن آپ بھی واپس
آ گئے - اِن حالات کی اطلاع سرکار رسالتمآب کو دی گئی تو آپ نے فرمایا کہ کل ہم اپنا
جھنڈا اُسے دینگے جو اللہ اور اُسکے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اُس کے
رسول بھی اُسے چاہتے ہیں - وہ لڑ کر اسے فتح کر لیگا - یہ پہلے دن کی لڑائی کا حال تھا
مورخ لکھتے ہیں کہ دوسرے دن صبح ہی حضرت علی رض ایک اونٹ پر سوار تشریف لائے اسطرح کہ اپنی
چادر کا ایک کونہ اپنی دکھتی آنکھوں پر ڈالے تھے - رسول اللہ نے آپ کا حال پوچھا کہ میرے
بعد تمہارے ساتھ کیا بیتی - آپ نے بتلایا کہ آپ کے بعد میری آنکھیں دکھنے لگیں -
معلوم ہوا کہ رسول اللہ کے خیبر پہونچنے کے بعد دوسرے دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ
تشریف لائے آپ نے اُنہیں اندر بلایا - اور لعاب دہن آپ کی آنکھوں میں لگایا جس سے
فی الفور آپ کی آنکھیں اچھی ہو گئیں - اور علم ہاتھ میں دیکر لڑائی کے لئے روانہ کیا
مورخ لکھتے ہیں کہ یہ رات جسکے لئے آنحضرت نے فرمایا تھا کہ کل میں اپنا علم ایسے شخص کے ہاتھ
میں دوں گا جو اللہ اور اُس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اُس کا رسول اُسے
چاہتے ہیں وہی لڑ کر خیبر فتح کرے گا - چنانچہ یہ رات صحابہ نے بڑی بے قراری کے عالم
میں گذاری - کیونکہ ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ یہ شرف مجھے حاصل ہو - جب صبح ہوئی
تو آپ نے حضرت علی رض کو طلب فرمایا - جو کہ آشوب چشم کی وجہ سے ہمراہ نہ آسکے

اور دوسرے روز عین اُس وقت ہوئے جبکہ صبح ہو رہی تھی۔ اِدھر دربار نبوت
میں آپ کی طلبی ہوئی اُدھر آپ پہنچ گئے غرضکہ آپ کو علم عطا ہوا۔ اور یہ شرف جس
کے لئے جماعت کا ہر فرد متمنی تھا۔ جناب حضرت علیؓ کو ملا۔ ایک روایت کے مطابق
حضرت علیؓ نے کمان سنبھالی اور جنگ شروع ہو گئی مورخ لکھتے ہیں کہ اِس لڑائی میں
حضرت علیؓ نے غیر معمولی بہادری دکھائی۔ یہ لڑائی خیبر کے ایک قلعہ حصن نطاة
پر ہوئی۔ لڑائی بڑی سخت تھی اور اِس جنگ میں یہود کا سردار سلام بن مشکم
مارا گیا۔ بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ لڑائی کا آغاز قلعہ ناعم سے ہوا۔
بہر حال لڑائی جاری تھی کہ حضرت علیؓ قلعہ کے دروازے تک پہنچ گئے اور قلعہ کا
دروازہ اکھیڑ دیا۔ دروازہ کھل گیا۔ اور اسی دروازہ کو آپ نے بطور ڈھال استعمال
کیا۔ اور یہی دروازہ قلعہ کی خندق پر ڈال کر راستہ بنا دیا۔ تاکہ اسلامی
سپاہ آسانی سے قلعہ کے اندر داخل ہو سکے۔ چنانچہ اسلامی سپاہ قلعہ کے اندر داخل
ہو گئی یہودی فوج جو قلعے کے اندر تھی اُس نے ہتھیار رکھ دئے۔ اور اِس طرح یہ قلعہ
تین دن کی سخت لڑائی کے بعد فتح ہو گیا۔ خیبر میں مسلمانوں کی یہ پہلی فتح تھی جو
حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی سپہ سالاری میں ہوئی۔ اِس قلعے کے بعد قلعہ قموص
کی باری آئی یہاں بھی یہودیوں نے اچھا خاصا مقابلہ کیا۔ بالآخر قلعہ مسلمانوں
کے حوالہ کرنا ہی پڑا۔ اِس قلعہ کو فتح کرنے کے بعد اور اِس محاصرہ کے دوران مسلمانوں
کو سامان خوراک کی سخت تکلیف رہی۔ سپاہی جب رسول اللہؐ کے پاس آتے
اور کچھ کھانے کو مانگتے تو آپ کو بڑا دکھ ہوتا۔ اور آپ پروردگار کے حضور عرض کرتے
اور کہتے کہ اے اللہ تو اِن کی حالت زار سے باخبر ہے۔ اِن میں بھوک برداشت کرنے
کی اب سکت باقی نہیں رہی۔ اور میرے پاس بھی کچھ نہیں ہے جو اِن کو دوں۔ اِن پر

خوراک کے ذخیرہ کے لحاظ سے سب سے بڑا قلعہ فتح کر دے جو انہیں خوراک سے غنی کر دے
چنانچہ جب دوسری صبح ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے الصعب بن معاذ کا
قلعہ فتح کرا دیا۔ جس میں اور قلعوں کی نسبت کھانے پینے کا سامان بہت زیادہ تھا
گویا حصن الصعب تیسرا قلعہ تھا جو فتح ہوا۔ اور اِس قلعے کی فتح کے بعد مسلمانوں کو
خوراک کی کوئی کمی نہ رہی اور آخر روز تک کوئی تکلیف پیش آئی۔ اِس تیسرے قلعے کے بھی
نکل جانے سے یہودیوں کے حوصلے پست نہ ہوئے۔ بلکہ اِس کے بعد اُنہوں نے اور زیادہ
جم کر مقابلہ کیا۔ مورخ لکھتے ہیں کہ حصن الصعب کے بعد حصن الزبیر کا محاصرہ شروع ہوا۔
اور یہ تین دن تک جاری رہا یہاں مسلمانوں اور یہودیوں میں بڑی سخت لڑائی ہوئی
اور اِس قلعہ کی فتح یابی کے لئے بڑی جد و جہد کرنی پڑی اور قلعہ اُس وقت تک فتح نہ ہوا
جب تک کہ النطاہ سے آنیوالا پانی کا ذخیرہ کٹ نہ گیا۔ اس کے بعد قلعہ سموان
اور حصن البزاة اور البزاة کے بعد الاخیبہ اور پھر الوطیح السلالم فتح ہوئے تھے۔
اِن قلعوں پر یہودیوں نے اپنی پوری طاقت لگا دی کوئی کسر باقی نہ اُٹھا رکھی۔
مگر کامیابی مسلمانوں کے قدم چوم رہی تھی آخری قلعہ الوطیح السلالم ہاتھ سے نکل
جانے پر اُن کے حوصلے پست ہو گئے طاقت جواب دے گئی۔ اور اُنہوں نے پھر
اِس شرط پر رسول اللہؐ سے جان کی امان مانگی۔ کہ وہ جو کرتے پہنے ہوئے
ہیں۔ صرف اُن کے ساتھ بغیر کسی اسلحہ اور بغیر کسی سواری کے اور بغیر کسی نقدی
کے خیبر سے نکل جائینگے۔ چنانچہ آپ نے اِنہیں اِنہیں کی شرائط پر امان دیدی
مورخ لکھتے ہیں کہ یہ خیبر کا محاصرہ تقریباً ایک ماہ تک جاری رہا۔ اور اِس میں یہود کے
تین سو نوے لڑاکے مارے گئے جن میں سے اُن کے بڑے الحارث۔ مرحب۔ یاسر

اسیسر۔ عامر اور کنانہ بھی تھے ۔ یہ لوگ ایسے تھے کہ اِن کا شمار سردارانِ یہود میں ہوتا تھا یہودیوں کا پہلا سردار سلام بن مشکم جو حضرت علیؓ کے ہاتھوں مارا گیا۔ اُس کے لئے سرداری الحارث بن ابی زینب کو ملی تھی ۔

خیبر کی فتح سے مسلمانوں کو بے انتہا مالِ غنیمت ملا ۔ اور ایک مدفون خزانہ بھی ملا ۔ یہ خزانہ بنو نضیر کے سردار کنانہ بن ربیع نے شکست کے ڈر سے ایک ویرانے میں دفن کر دیا تھا ۔ حالانکہ یہ خزانہ بڑی رازداری سے دفن کیا گیا تھا ۔ مگر اِس کا پتہ کسی نہ کسی طرح رسول اللہؐ کو مل گیا ۔ اور آپ نے جاکر یہ خزانہ نکال لیا ۔ اِس فتح میں آپکو نقدی سونا ۔ چاندی اور دوسرا قیمتی سامان جو ملا اُسکی صحیح تفصیل تو معلوم نہ ہو سکی ۔ البتہ خوراک کے ذخیرے ۔ کپڑے اور اسلحہ بہت زیادہ تھا ۔ زرعی زمینیں بہت زیادہ تھیں ۔ آپ نے یہ زمینیں اور باقی اموال کا خُمس نکال کر موقعہ پر ہی مسلمانوں میں تقسیم کر دئے ۔ کسی صحابی یا کسی مخصوص طبقہ کا امتیاز نہ رکھا ۔ البتہ خمس میں سے جو ریاست کا خصوصی حصہ تھا ۔ اپنی مرضی سے جسے چاہا دیا ۔ لیکن اِس میں بھی استحقاق کا خاص خیال رکھا ۔ اِس غنیمت کی تقسیم بالکل اسی طرح ہوئی جس طرح ہر فتح کے وقت ہوتی رہی ۔ گھوڑے سوار کو تین حصہ پیادہ کو ایک حصہ دو حصے گھوڑے کے مخصوص تھے

اِس غنیمت میں مدینہ سے جلاوطن ہوکر آنیوالے قبیلہ بنو نضیر جو حصن القموص میں رہتے تھے ۔ اُن کے سردار حیی بن اخطب کی حسین و جمیل بیٹی صفیہ بھی آئیں ۔ اِنہیں حضور نے اپنے حرم میں داخل کیا جو اُم المومنین بنیں ۔ مورخ لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے محاصرہ کے وقت یہود نے جلاوطنی پر ہی جان کی امان چاہی تھی ۔ لیکن جب جنگ کی آگ سرد ہوگئی ۔ اور مالِ غنیمت تقسیم ہو گیا ۔ تو یہودیوں نے ایک نئی تجویز پیش کی کہ وہ آج کے دن سے اسلامی ریاست اور مسلمانوں کے عمال کے طور پر خیبر کی زمینوں اور باغات کی کاشت کریں گے ۔ اور آدھی پیداوار اُن کی ہوگی ۔ اور آدھی

مسلمانوں اور ریاست کی ہوگی ۔ چونکہ جماعت کے پاس اُس وقت کاشت کا کام کرنے والے آدمی نہ تھے ۔ اس لئے آپ نے یہود کی یہ بات مان لی ۔ اور اس وقت اُن کی جلاوطنی رک گئی ۔ اور زمینیں اُنہیں کاشت کرنے کو مل گئیں ۔ گو یہود کی دغا کو کئی بار آزمایا جا چکا تھا ۔ لیکن پھر بھی آنحضرت نے اُن کی یہ بات مان لی ۔ اُن لوگوں کی بدعہدی اور اسلام دشمنی کا اور خصوصاً رسول اللہ سے دشمنی کا یہ عالم تھا کہ یہودیوں کو جان کی امان مل جانے اور جلاوطنی رک جانے کے باوجود ایک یہودی عورت نے کسی طرح یہ معلوم کر لیا کہ حضور صلعم بکری کے بھنے ہوئے بازو اور رانیں بہت پسند کرتے ہیں چنانچہ اُس نے ایک بکری کے بازوں اور رانوں کو بھونا اور اُن میں خوب زہر رچایا ۔ اور بڑی چالاکی سے رسول اللہ کے حضور لیکر آئی ۔ اُس وقت آپ کے پاس ایک صحابی بشر بن البراء موجود تھے اور وہ شاید بہت زیادہ بھوکے تھے اُنہوں نے فوراً ہی کھانا شروع کر دیا ۔ جو گوشت دانتوں سے کاٹا اُسے فوراً ہی نگل گئے ۔ لیکن رسول اللہ نے جیسے ہی گوشت کاٹا ویسے ہی فوراً تھوک دیا اور فرمایا کہ یہ ہڈی مجھے بتا رہی ہے کہ وہ زہر میں بجھی ہے بشر بن البراء نے یہ سنتے ہی ہاتھ میں پکڑا ہوا بازو پھینک دیا ۔ لیکن جو لقمہ نگل چکے تھے ۔ اُس نے اُن کی جان لے لی اِس کے باوجود رسول اللہ نے کوئی ہنگامہ کھڑا نہیں کیا اُس عورت سے پوچھا کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی ۔ چالاک عورت نے فوراً ہی اپنی مذموم حرکت کا اعتراف کر لیا ۔ اور نہایت ہی ڈھٹائی سے بولی کہ میں نے سوچا تھا کہ اگر آپ سچے نبی ہونگے تو آپ کو اللہ تعالیٰ میری اِس حرکت اور زہر سے مطلع کر دیگا ۔ اور اگر آپ سچے نبی نہ ہوئے تو دنیا کو آپ سے نجات مل جائیگی ۔ مورخ لکھتے ہیں کہ جب آپ نے اُس سے یہ بات سُنی تو درگذر فرمایا اور اُسے کوئی سزا نہ دی حالانکہ یہ رسول اللہ کی زندگی پر بہت بڑا حملہ تھا ۔ اور بشر بن البراء کی جان لیوا بھی تھی ۔ یہودیہ نے جب یہ معجزہ دیکھا کہ آپ کو زہر کی اطلاع اللہ کی طرف مل گئی تو فوراً ہی مسلمان ہوگئی اور قتل ہونے سے بھی بچ گئی

مورخ ابن اسحاق راوی ہیں کہ یہودیہ یہ گوشت خود نہیں لائی بلکہ کسی دوسری عورت کے ہاتھ بھیجا تھا۔ اور اُس وقت کھانے میں اور مسلمان بھی شریک تھے۔ مگر سوائے بشر بن ابراء کے کسی نے کھایا نہیں تھا کہ رسول اللہ نے سب کو اس گوشت میں زہر کی اطلاع دیدی۔ اس طرح اور مسلمان بچ گئے اور یہودیہ کو بلایا گیا تو اُس نے اعتراف جرم کرلیا اور مسلمان ہو کر اپنی جان بھی بچالی۔ مورخ القسطلانی کے مطابق یہ سازش سارے اکابر یہود نے ملکر کی تھی اور ایک بڑی سازش تھی جو ناکام ہو گئی۔ اور بشر کے انتقال کے بعد یہودیہ اُن کے ورثا کے سپرد کردی گئی جنہوں نے اُسے بعد میں قصاص میں قتل کردیا۔

بہرنوع یہ سازش بڑی سازش تھی۔ اور اس میں سارے اکابر یہود شریک تھے اس کے باوجود رسول اللہ نے یہودیہ کے سوا کسی اور سے انتقام لینا ضروری نہیں جانا۔ اور امان کو قائم رکھا۔ اور ہمیشہ اُس معاہدہ کی پابندی کی جو پیداوار کے سلسلے میں ہوا تھا۔ لکھا ہے کہ دوسرے سال عبداللہ بن رواحہ رسول اللہ کی طرف سے پیداوار کی تقسیم کے لئے خیبر آئے تو اُنہوں نے پیداوار دو حصوں میں بانٹ کر یہود کو اختیار دیا۔ جو حصہ چاہیں لے لیں اور جو چاہیں ترک کر دیں۔ ایک مرتبہ آپ کے سامنے ایک انصاری صحابی عبداللہ بن سہیل کے قتل کا مقدمہ پیش ہوا۔ اِن کے ورثا کا دعویٰ تھا کہ قاتل یہود ہیں۔ آپ نے اُن لوگوں سے پوچھا۔ کہ کیا تم پچاس بار قسم کھا کر اپنے آدمی کے قاتلوں کا نام بتلا سکتے ہو۔ کہ قاتل کون ہیں پھر ہم قاتل کو تمہارے سپرد کر دینگے۔ لیکن چونکہ یہ بہت بڑی قسم تھی مسلمانوں کو اس کے اٹھانے کا حوصلہ نہ ہوا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو ہم یہی قسم یہود سے لے سکتے ہیں۔ لیکن یہاں مسلمانوں نے

یہود کے کفر کو بہانہ بنایا۔ اس پر بھی آپ نے یہود کو لکھا کہ مقتول تمہارے گھروں کے درمیان مردہ پایا گیا۔ اس لئے اُس کا فدیہ ادا کرو۔ یہود نے جواب میں رسول اللہ کو تحریر کیا کہ وہ قاتل نہیں ہیں۔ اور حلف بھی اُٹھایا۔ تو رسول اللہ نے قاتل کے ورثا کو اپنی طرف سے سو اونٹ فدیہ ادا کردئے۔ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو یہود سے معاہدہ کا کس قدر پاس تھا۔ کہ آپ کسی بات پر بھی بگاڑ نہیں چاہتے تھے۔

خیبر کی فتح کے بعد تیما اور وادی القریٰ اور فدک کے یہودی بھی رسول اللہ کے معاہد و ذمی بن گئے تھے۔ تیما کے لوگوں نے جزیہ دینا قبول کرلیا اور فدک اور وادی القریٰ کے لوگوں نے اہل خیبر کی تقلید کرکے اُنہیں شرائط پر سمجھوتا کرلیا۔ ابن اسحاق اور ابن ہشام راوی ہیں کہ اہل فدک کی مصلحت خیبر کی فتح کی مرعوبیت کا نتیجہ تھی۔ البتہ وادی القریٰ میں کچھ لڑائی ہوئی۔ لکھا ہے کہ خیبر سے فارغ ہو کر رسول اللہ وادی القریٰ تشریف لائے۔ اور یہاں کے باشندوں کو دعوت اسلام دی۔ لیکن اُنہوں نے یہ دعوت رد کردی اور لڑائی چھیڑ دی۔ یہود نے تیر اندازی شروع کردی تو ایک تیر مدعم کو آلگا۔ یہ رسول اللہ کے غلام تھے اور آپ کی سواری کو ہانک کر لارہے تھے۔ چنانچہ آپ نے بھی صف بندی کا حکم دیدیا اور لڑائی کا آغاز ایک یہودی پہلوان نے کیا اسکے مقابلہ کو زبیر بن العوام آگے گئے اور یہودی پہلوان کو قتل کردیا۔ اُسکے بعد ایک دوسرا پہلوان آیا اس کو حضرت علی نے ختم کیا اسی طرح یہود کے گیارہ پہلوان یکے بعد دیگرے میدان میں آتے رہے اور قتل ہوتے رہے حتیٰ کہ شام ہو گئی۔ اور لڑائی ختم ہو گئی۔ صبح ہوئی تو لڑائی کا پھر آغاز ہوا۔ اور یہود نے اُس وقت تک ہتھیار نہ رکھے۔ جب تک جی بھر کر

لڑنے لئے۔ بالآخر اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو فتحمندی سے ہمکنار کیا اور خیبر کی
طرح یہاں بھی مسلمانوں کو بہت زیادہ غنیمت ملی۔ یہاں آپ نے چار دن قیام فرمایا
اور جو مال غنیمت ملا وہ اپنے ساتھیوں میں تقسیم کردیا۔ البتہ زمین اور باغات یہود
کے لئے چھوڑ دیئے تاکہ وہ انہیں کاشت کریں اور پیداوار تقسیم کرلیں۔

بہر حال خیبر کی یہ مہم محرم ۷ھ میں شروع ہوئی اور صفر ۷ھ میں ختم ہو گئی۔
اس مہم سے عرب کے سارے یہودی مسلمانوں کے ذمی بن گئے۔ اب وہ برابر کے حلیف
نہیں تھے۔ کیونکہ وہ لڑائی میں اپنی پوری طاقت صرف کر چکے تھے اور شکست کھاکر
مسلمانوں کی پناہ میں آچکے تھے۔ خیبر کی فتح سے یہودیوں کا غرور ہی ختم نہیں ہوا
بلکہ قریش مکہ کی اکڑی ہوئی گردنیں خم کھا گئیں۔ اور وہ یہودیوں کی مدد
کے لئے بڑے مضطرب تھے۔ لیکن صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی وجہ سے مجبور تھے۔

الطبری اور ابن کثیر نے ایک روایت بھی اس بارے میں نقل کی ہے کہ:-
الحجاج بن علاط ایک شخص مکہ میں آیا تو اس نے دیکھا کہ قریش کے کچھ لوگ البیضاء
نامی چوٹی پر جمع ہیں اس لئے کہ خیبر میں مسلمانوں اور یہودیوں میں جو جنگ ہو رہی ہے
اس کی خبریں معلوم کریں۔ الحجاج ایک دولت مند آدمی تھا اور قریش کے بھی کئی آدمی
اس کے مقروض تھے۔ چنانچہ اس نے اپنا قرضہ وصول کرنے اور اپنی دولت کو سمیٹنے
کی غرض سے قریش کو خوش کرنے کے لئے ایک جھوٹی خبر مشہور کی کہ خیبر میں مسلمانوں کو
شکست ہوئی ہے اور رسول اللہ کو قید کر لیا گیا ہے۔ اور اب انہیں قید کے عالم میں ہی
مکہ لایا جائیگا۔ اس جھوٹی خبر سے الحجاج کو یہ فائدہ ضرور ہوا کہ اس کی دولت اور
دیا ہوا قرض اسے واپس مل گیا اور جب وہ یہ دولت سمیٹ کر واپس جانے لگا تو حضرت عباس
سے کہا کہ بخدا وہ خبر جھوٹی تھی۔ میں نے دیکھا ہے کہ تیرے بھتیجے کو ان کے بادشاہ کی بیٹی

سے شادی کرتے دیکھا ہے خیبر فتح ہو چکا ہے اور مال و متاع پر مسلمان قابض
ہو چکے ہیں۔ چنانچہ حضرت عباس نے رات گذار کر صبح کو جب یہ خبر قریش کو سنائی
تو ان کے اوپر اوس پڑ گئی اوسان خطا ہو گئے۔ اور اکڑی ہوئی گردنیں خم ہو
گئیں۔ یہود کی ناکامی کے بعد قریش مکہ پر رسول اللہ کی اس غیر معمولی فتح نے
حیرت انگیز اثر ڈالا۔ اور ان میں سے کئی افراد یہ سوچنے لگے تھے کہ
محمدؐ سے کوئی ایسی مصالحت کرلیں جو انہیں خیبر کے یہود ایسے انجام سے بچالے۔

خیبر کے بعد تیما۔ فدک۔ اور وادی القریٰ پر فتح پانے کے بعد رسول اللہؐ کو
یہود کی ظاہرہ اور خفیہ دشمنی سے جب نجات مل گئی تو آپ نے ان قبائل کی طرف توجہ
دی۔ جو موقعہ ملنے پر اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہونچا سکتے تھے۔

اس توجہ کا پہلا نشانہ ہوازن قبیلہ تھا۔ چنانچہ حضرت فاروق اعظم کو حکم ملا کہ
تیس سواروں کی ایک جماعت لیکر اس قبیلہ کی مزاج پرسی کریں۔ حضرت عمرؓ نے
اپنی روانگی بڑی رازداری سے کی لیکن ہوازن کو کسی نہ کسی آپ کی روانگی کا پتہ
چل گیا۔ اور وہ آپ کے پہونچنے سے پہلے ہی اپنے ٹھکانوں کو خالی کر گئے۔ اور پہاڑوں
میں جا چھپے۔ اور حضرت عمر فاروقؓ بغیر کسی لڑائی کے مدینہ لوٹ آئے۔
اس کے بعد جناب حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سرکردگی میں ایک جماعت قبیلہ بنی فزارہ کی
سرکوبی کے لئے روانہ کی یہ مہم کامیاب رہی فریقین میں لڑائی ہوئی جناب صدیقؓ نے
فتح پائی اور بہت سے آدمیوں کو قیدی بنا کر اور چوپایوں کی ایک بڑی تعداد
لیکر مدینہ واپس آ گئے۔ اس کے بعد جناب بشیر بن سعد کو ایک جماعت دیکر فدک جہاں
بنی مرہ آباد تھے بھیجا۔ جب آپ بنی مرہ پہنچے تو ان سے بڑی زوردار لڑائی ہوئی۔
گو بشیر کے ساتھیوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے کامیابی سے ہمکنار کیا۔

اِن تینوں مہموں میں جناب بشیرؓ کی مہم ہر لحاظ سے زیادہ کامیاب رہی نتائج اور غنیمت دونوں اعتبار سے ۔ سے کی مہموں میں جناب غالب بن عبداللہ اللیثی کی مہم بھی بڑی کامیاب رہی یہ بنی عوال و بنی ثعلبہ کی مزاج پرسی کے لئے کی گئی اِس میں ایک سو تیس سپاہیوں نے حصہ لیا ۔ دشمن کے کئی آدمی مارے گئے اور بہت سے جانوروں پر قابو کر لیا گیا ۔ یہ تمام قبیلے جن کا ذکر کیا گیا ہے یہ سب کے سب احزاب کے شرکاء میں تھے اِس لئے اِن کی سرکوبی ضروری تھی ۔ دوسرے یہ قبائل اسلام اور مسلمانوں کے لئے مستقل خطرہ تھے ۔ اِس کے بعد آنحضرتؐ کو خبر ملی ۔ یہ کہ غطفان اور اُن کے حلیف قبائل مجتمع ہو کر کچھ منصوبہ تیار کر رہے ہیں آپؐ نے تین صد سپاہیوں کی جماعت کو جناب بشیر بن سعد الضاری کی سرکردگی میں اِن کو دبانے کے لئے روانہ کی ۔ آپؐ مسلمانوں کی یہ جماعت لیکر سلاح ۔ خیبر اور وادیٔ القریٰ سے ہوتے ہوئے ایسے وقت پہنچے کہ دشمن کو خبر نہ ہوئی اور نہ ہی تعداد کا اندازہ ہو سکا ۔ اس لئے وہ بری طرح مرعوب ہوئے اور منتشر ہو گئے ۔ بشیرؓ نے اُن کا تعاقب کیا ۔ اور اُن کے ٹھکانوں اور چراگاہوں تک پہنچ گئے ۔ اور اُن کے بھیڑ بکریوں کو اپنے قبضہ میں کر لئے اور مدینہ لے آئے ۔ اِن تمام فوجی سرگرمیوں کے بعد رسول اللہؐ کو اطمنان ہو گیا کہ پچھلے سال کے معاہدے کے مطابق جب آپ مکہ تشریف لے جائیں تو یہ قبائل پیچھے سے مدینہ پر حملہ کرنے پر قادر نہ ہو سکیں گے ۔

مکہ کا سفر مورخ ابن اسحاق کی قلم سے ظاہر ہوتا ہے کہ فتح خیبر اور مختلف قبائل کی سرکوبی کے بعد جب رسول اللہؐ کو مدینہ کے تحفظ کا مکمل طور سے یقین ہو گیا ۔ تو آپؐ نے تقریباً آٹھ ماہ ربیع الاول سے لیکر ماہ شوال تک مدینہ میں اطمنان و سکون سے گذارے اور ذلقعدہ کے مہینے میں مکہ کے سفر کی تیاری کی اور اِس سفر میں اُن لوگوں کو خصوصاً ہم رکابی کا شرف حاصل ہوا جو پچھلے سال حضورؐ کے ہمراہ تھے ۔ اِس کے علاوہ تقریباً چار سو آدمی اور آپ کے ساتھ ہو لئے ۔ اِس طرح اِس سفر میں آپؐ کے رفقاء کی تعداد دو ہزار کے لگ بھگ ہو گئی ۔ جو اِس سفر میں آپؐ کے ہمراہ تھے ۔ سب سے آگے محمدؐ بن مسلمہ سو مسلح سواروں کے ساتھ رواں دواں تھے آپ تلواریں چمکاتے اور نیزے لہراتے ہوئے جس منزل سے گذرتے حضور نبی کریمؐ کی آمد کی اطلاع دیتے ۔ اِس طرح سفر کرتے ہوئے جب الظہران کی اُس گذرگاہ تک پہنچے جہاں سے مکہ شام یمن اور اکناف عرب کو راستے جاتے تھے ۔ جب محمدؐ بن مسلمہ یہاں پہونچے تو بہت سے لوگ آپؐ کے چاروں طرف جمع ہو گئے جن میں کچھ مکی بھی تھے اور آپ کو پہچانتے تھے ۔ آپ سے یہاں آنے اور ہتھیاروں کی نمائش کرنے کی وجہ پوچھی تو آپؐ نے بڑے فخریہ انداز میں سبب کو بتلایا کہ کل ہمارے آقا محمد صلے اللہ علیہ وسلم بھی یہاں پہنچ جائینگے اور اُن کے ساتھیوں کی تعداد دو ہزار ہے ۔ مکیوں نے جب یہ بات سنی تو لرز گئے ۔ اور اُسی وقت مکہ کی سمت بھاگے ۔

دوسرے دن جب رسول اللہؐ وہاں پہونچے تو آپ نے اِس جگہ قیام فرمایا ۔ سفر کی تھکاوٹ
دور کرنے کی غرض سے آرام فرماتے رہے ۔ اِس کے بعد آپ نے دو سو سواروں کو حکم دیا
کہ ہتھیاروں کی نمائش کرتے ہوئے آگے چلیں ۔ اس کے بعد آپ خود سوار ہوئے اور مدینہ
کے ایک بڑے بہادر اور مشہور شاعر عبداللہ بن رواحہ آپ کی سواری کی مہار پکڑے
تھے ۔ تلوار بے نیام تھی اور اپنے ہی اشعار گا رہے تھے ۔ اِن کے علاوہ اور بھی
کئی سو مسلمانوں نے تلواریں بے نیام کر رکھی تھیں اور رسول اللہ کے چاروں طرف
آپ کو اپنے حلقہ میں لئے چل رہے تھے ۔ اور عبداللہ بن رواحہ کی آواز پر اُن کے
ہی اشعار گا رہے تھے اِن اشعاروں نے رجز کی حیثیت اختیار کر لی تھی ۔ حضرت
عمر فاروقؓ کے اعتراض پر اِن اشعاروں میں کچھ تبدیلی بھی کی گئی ۔ اسی طرح یہ قافلہ
اپنی منزل کی طرف بڑھتا رہا ۔ یہاں تک کہ حرم کعبہ کے مینار نظر آنے لگے ۔ جب آپ اور
آپ کے ساتھی اِس انداز سے یہاں پہونچے تو قریش مکہ جن کو آپ کے اِس طرح آنے یعنی ہتھیاروں
کی نمائش کرتے ہوئے آنیکی اطلاع پہلے مل چکی تھی ۔ مکرز بن حفص کی قیادت میں
ایک وفد رسول اللہؐ کی خدمت میں بھیجا کہ اے محمدؐ آپ نے ہمارے کسی چھوٹے
یا بڑے میں غداری کی خبر نہیں پائی ۔ پھر آپ نے حرم میں اپنی قوم پر ہتھیاروں
کی نمائش کرنے کی ضرورت کیوں سمجھی ۔ حالانکہ آپ نے ہمارے ساتھ شرط کی تھی
کہ حرم میں مسافروں جیسے اسلحہ کے سوا کسی اسلحہ کو لیکر داخل نہ ہونگے ۔
رسول اللہ نے جب وفد کی یہ بات سنی تو اُسے یقین دلایا ۔ ہم کھلے اسلحہ لیکر حرم میں
داخل نہیں ہونگے ۔ وفد یہ اطمنان کر کے واپس مکہ لوٹ گیا ۔ اُس کے بعد قریش
بمعہ اپنے بچوں عورتوں کے مکہ سے نکل گئے ۔ اور اپنا شہر رسول اللہ اور اُن کے ساتھیوں
کے لئے خالی کر دیا ۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ اُسی طرح آپ کے اونٹ کی مہار پکڑے

اشعار گاتے جو رجز کی صورت اختیار کر چکے تھے ۔ جب آپ اشعار گاتے تو ساری
جماعت انہیں دہراتی ۔ جب آپ اِس شان سے شہر میں داخل ہوئے تو قریش
جو پہلے ہی متاثر تھے ۔ اور زیادہ متاثر ہوئے دو ہزار آدمیوں کی آوازیں اُنہیں
پریشان کئے ہوئے تھیں چنانچہ آپ نے صلح حدیبیہ کے مطابق تین دن مکہ میں قیام فرمایا
جب چوتھے دن کی صبح ہوئی تو سہیل بن عمرو اور حویطب بن عبدالعزیٰ قریش
کے نمائندے بن کر حرم کے قریب ایک پہاڑی پر کھڑے ہوئے اور کہا کہ ہم تمہیں
اللہ اور باہمی معاہدہ کی یاد دلاتے ہیں تین دن تو پورے ہو گئے ہماری زمین سے
کب نکلو گے ۔ آخری روز رسول اللہ نے اپنے قریش کے درمیان دشمنی کو ختم کرنے
نیت سے ایک مکی خاتون سیدہ میمونہ سے نکاح کیا اور سہیل بن عمرو اور اسکے
ساتھی کے اعلان پر اِس نکاح کا ذکر کیا اور فرمایا کہ میں نے تمہاری ایک عورت سے
نکاح کیا ہے اِس میں تمہارا کوئی حرج نہیں کہ ہم اس خوشی میں کھانا تیار کرائیں
اور ہم تم دونوں ملکر کھائیں اور اِس خاتون کو ہم عملاً اپنی بیوی بنالیں ۔ لیکن
سہیل بن عمر اور اُن کے ساتھی مزید آپ کا قیام سخت مُضر سمجھتے تھے ۔ اس لئے انہوں
نے جواب دیا کہ ہمیں تمہارے نکاح سے کوئی غرض نہیں تین دن پورے ہو گئے اس لئے
اب آپ ہمارے شہر سے چلے جائیں ۔ تاریخ کہتی ہے کہ انصار کے سردار سعد بن عبادہ
نے سہیل کے جواب میں کہا تھا کہ تو جھوٹا ہے اور نہ یہ سرزمین تیری ہے اور نہ تیری
ماؤں کی ہے ۔ نہ تیرے باپوں کی بخدا ہم اِس سرزمین سے نہیں نکلیں گے ۔ اگر انصاف
سے دیکھا جائے تو سعد نے کچھ ٹھیک ہی کہا تھا ۔ کیونکہ اگر مکہ کی سرزمین سہیل

بن عمرو کی تھی تو رسول اللہ کی بھی تھی۔ - اور اگر محض رسول اللہ اُس کے مالک نہیں تھے تو سہیل بھی تنہا مالک نہیں تھا۔ اسے تو ابراہیم اور اسمٰعیل علیہ السلام نے آباد کیا تھا یہ دونوں بزرگ اگر سہیل کے دادا تھے تو رسول اللہ کے بھی تھے۔ اس کے باوجود چونکہ رسول اللہ نبی تھے اور نبی کا پیمانہ اخلاق دوسروں سے بالکل الگ ہوتا ہے۔ رسول اللہ نے حضرت سعدؓ کی جب یہ بات سنی تو اُن کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ سہیل ٹھیک کہتا ہے۔ ہمیں معاہدہ کی رُو سے شہر خالی کردینا چاہئے۔ پھر آپ نے اپنے نقیب ابارافع کو حکم دیا کہ کوچ کا اعلان کریں اور مکہ میں مقیم مسلمانوں کو کہیں کہ مکہ خالی کردیں۔

جب ابارافع نے کوچ کا اعلان کیا تو تمام مسلمانوں نے رسول اللہ کے ساتھ اُسی روز مکہ خالی کردیا۔ اور سرف میں آن کر قیام فرمایا۔ مورخ لکھتے ہیں کہ ابارافع پیچھے رہ گئے تھے اور وہی اُم المومنین سیدہ میمونہ کی ڈولی لیکر آئے۔ سیدہ میمونہ اُم الفضل کی بہن تھیں جو کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب کی بیوی تھیں۔ سیدہ میمونہ اسی مقام پر حضور کے خیمہ میں لائی گئیں۔

بلاشبہ اس سفر میں رسول اللہ اور آپ کے صحابہ کرام نے زیارت بیت اللہ کا شرف پایا۔ لیکن اس سفر کا سب سے بڑا مقصد قریش کی مرعوبیت تھا حاصل نہ ہوا۔ آپ کا خیال تھا کہ جب ہم مکہ آئینگے تو قریش آگے بڑھ کر ہمارا استقبال کرینگے اور دوستی کے جذبہ کا اظہار کرکے پرانی دشمنی کو ختم کردینگے لیکن ایسا نہیں ہوا اُنہوں نے صرف معاہدہ کی پابندی کی اور آپ کے اور آپ کے ساتھیوں کے لئے شہر خالی کردیا۔ اور تین دن کے بعد حسن الفاظ سے

میں شہر خالی کردینے کو کہا۔ اُن سے مرعوبیت کا نہیں بلکہ دشمنی کا ہی اظہار ہوتا ہے۔ رسول اللہ کے مکہ میں داخلہ کے وقت قریش کا باہر نکل جانا بھی دشمنی کی ہی دلالت کرتا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ قریش کے ذہن ابھی کسی شدید ضرب کے محتاج تھے۔ اور یہ ضرب اُس وقت تک نہیں لگائی جاسکتی تھی جب تک کہ عرب کے باقیماندہ دشمن قبائل کی مزاج پرسی نہ کرلی جائے۔ اس لئے آپ مکہ سے واپس تشریف لے آئے اور باقی ماندہ دشمن قبائل کی مزاج پرسی کا کام ازسرنو شروع کردیا۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے بنی سلیم کو نشانہ بنایا گیا۔ جو قریش کے ایک مضبوط حلیف اور اسلام کے بڑے دشمن تھے۔ ان کی سرکوبی کے لئے ایک مستعد سپاہی ابن ابی العوجا کی قیادت میں مسلمانوں کی ایک جماعت روانہ کی گئی ابن ابی العوجا دشمن کے ٹھکانوں تک پہنچ تو گئے۔ لیکن اُن کی تعداد زیادہ اور اپنے سے کئی گنا زیادہ دیکھ کر گھبرا گئے۔ اور دشمنوں میں گھر گئے۔ اور دشمن کو نقصان پہنچانے کے بجائے خود نقصان اُٹھا کر مدینہ واپس آگئے گویہ پہلی مہم ناکام رہی۔ لیکن یہ منصوبہ توڑا نہیں گیا۔ بلکہ اس کے فوراً بعد ہی غالب بن عبداللہ اللیثی کو ایک دوسری مہم کی قیادت سپرد کی گئی۔ اور آپ کو بنی ملیح کی طرف روانہ کیا گیا۔ پہلی مہم کی ناکامی کی وجہ سے جناب غالب کو حکم ملا کہ انتہائی رازداری سے کام لیں اور بڑی احتیاط سے سفر کریں۔ چنانچہ آپ نے رسول اللہ کی ہدایت پر پوری طرح عمل کیا اور کامیاب وکامران واپس آئے تو آپ نے اس خوشی میں آپ کو بنی مرہ جانیوالی سپاہ کی قیادت بھی عطا کی۔ جناب غالب نے اس مہم کو

کچھ اس انداز سے آگے بڑھا کہ بنی مرہ کے ٹھکانوں تک جا پہنچے جو فدک کے آس
پاس آباد تھے ان پر کامیاب چھاپے مارے اور جب واپس لوٹے تو اُن کے
ہزاروں بھیڑ بکری اپنے ساتھ لے آئے۔ ... ربیع الاول ۸ھ میں چوتھی مہم
شجاع بن وہب الاسدی کی سرکردگی میں بنی عامر کی سرکوبی کے لئے روانہ کی
گئی۔ جو بنی سلیم اور بنی ملیح کے ہم نوا اور مسلمانوں کے بدخواہ تھے۔ شجاع دن کو
چھپتے اور رات کو سفر کرتے بنی عامر کے ٹھکانوں تک پہنچ گئے، جب واپس لوٹے تو
غنیمت سے لدے ہوئے تھے خمس نکالنے کے بعد ان کے ہر ساتھی کو پندرہ پندرہ
اونٹ اور دس دس بکریاں ملی تھیں۔ پانچویں مہم سریہ **موتہ** یا مؤتہ ہے۔

سریہ موتہ یا مؤتہ

یہ انتقامی اور سیاسی دونوں طرح کی مہم ہے۔ لکھا ہے کہ شرجیل بن عمرو الغسانی
جو شام کے عرب عیسائی سرداروں میں سے تھا نے رسول اللہ کے ایک نامہ بر الحارث
بن عمیر الازدی کو بلاوجہ شہید کر کے ایک بری مثال پیش کی تھی۔ رسول اللہ کو
جب اپنے اس نامہ بر کی شہادت کی خبر ملی تو آپ نے جہاد کا اعلان فرمایا اور
جب تین ہزار مسلمان جمع ہو گئے، تو اُن پر زید بن حارثہ کو امیر بنایا۔
تین ہزار مسلمانوں کی یہ سپاہ جو دین اسلام کی مبلغ بھی تھی اور عرب
کی اس نئی جماعت کی ترجمان بھی۔ جمادی الاول ۸ھ میں دمشق کی جانب
روانہ ہوئی۔ اس جماعت کا سفید علم تھا۔ رسول اللہ نے انہیں یہ ہدایات فرمائیں تھیں
۱۔ لازمی طور سے مقتل الحارث بن عمیر تک پہنچے۔ اور اس کے آس پاس جو لوگ رہتے
ہوں اُنہیں اسلام کی طرف بلائیں۔ اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو بہتر ورنہ اللہ کا نام
لیکر اُن سے لڑیں۔ عبداللہ بن رواحہ جو اس لشکر کے تیسرے سپہ سالار تھے کچھ
اشعار روانگی کے وقت پڑھے اور رسول اللہؐ خود لشکر کے ہمراہ ثنیۃ الوداع تک۔

تشریف لائے۔ اور لشکر کو رخصت کیا۔ یہ جمعہ کا دن اور شام کا وقت تھا
مورخ لکھتے ہیں کہ ابھی یہ اسلامی لشکر راستہ ہی میں تھا منزل تک نہ پہنچا تھا کہ اس
کی آمد کی اطلاع ارض شام میں پہنچ گئی۔ اور شرجیل الغسانی جو الحارث کا قاتل تھا
اسلامی لشکر کی آمد سے اپنے آقا شاہ روم کو اطلاع دی۔ لکھا ہے کہ جب یہ اسلامی
سپاہ معان پہونچی تو ہرقل بادشاہ روم ایک لاکھ سپاہیوں کا لشکر جرار لیکر ارض بلقا
کے مقام مآب آن پہنچا اور ڈیرے ڈال دئے۔ چند دنوں کے بعد عرب قبیلے بہرا وائل
بکر۔ لخم اور جذام بھی جو مسلمانوں کے دشمن تھے۔ اپنے اپنے ٹھکانوں سے چل کر۔
مآب میں ہرقل سے آملے۔ اس طرح مقابل فوج کی تعداد دو لاکھ تک پہنچ گئی اتنی
بڑی سپاہ سے تین ہزار کا مقابلہ کرنا معمولی مسئلہ نہ تھا۔ اس لئے مسلمان سرداروں
نے دشمن کی تعداد سے آگاہی پانے کے بعد آپس میں صلاح مشورہ کیا اور آگے بڑھنے کے
بجائے جہاں ہیں وہیں رک جانے پر اتفاق کیا۔ اور سوچا کہ رسول اللہ کو صورت حال
سے مطلع کیا جائے۔ لیکن عبداللہ بن رواحہ بڑے جوشیلے سپاہی تھے اُنہوں نے
اس تجویز سے اتفاق نہ کیا اور رسول اللہؐ کے حکم کے مطابق الحارث کے مقتل
تک ہر صورت میں پہنچنے پر اصرار کیا۔ چنانچہ اُن کا یہ اصرار سب نے مان لیا۔ اور جب
اسلامی لشکر موتہ پہنچا تو دشمن نے انہیں آگے پیچھے دائیں بائیں چاروں طرف سے
گھیر لیا۔ موتہ ارض بلقائے شام کا ایک ریتیلا مقام ہے جہاں دنیا کے دو دینوں
کے ماننے والے سرگرم پیکار ہیں ایک طرف دو لاکھ سپاہ ہر طرح کے ہتھیاروں سے
لیس اور دوسری طرف مقابلہ میں صرف تین ہزار جاں نثاران اسلام کی مختصر سی
جماعت ہے نہ تو پوری طرح سے اُن کے پاس اسلحہ ہے اور نہ ہی کسی قسم کا اور کوئی جنگی
سامان ہے۔ یہ صرف اللہ اور اُس کے رسول کی تابعداری میں دین برحق کی سربلندی
کے لئے کفن بر دوش میدان میں آئے ہیں۔ یہی الفاظ عبداللہ بن رواحہ نے میدان کارزار میں
دہرائے تھے کہ ہماری لڑائی تعداد قوت اور کثرت کے بل بوتے پر نہیں ہے

بلکہ اُس دین کی خاطر ہے جس سے ہمیں اللہ نے نوازا ہے ۔ تو اس دین
کی خاطر تین ہزار مسلمانوں نے تلواریں سونت لیں اور آگے بڑھے جناب
زید بن حارث سپہ سالار ہونے کی حیثیت سے سب سے آگے تھے ۔
اور اسلام کا علم بھی اُنہیں کے ہاتھ میں تھا ۔ اور جب وہ دشمن کے قریب آئے
تو دشمن اُن پر ٹوٹ پڑا اور اُنہیں گھیرے میں لے لیا ۔ اور کچھ اس طرح تلواریں
برسائیں کہ بہادر سپہ سالار اپنی بہادری کے جوہر دکھاتا ہوا جلد ہی اپنے
معبود حقیقی سے جا ملا ۔ اِن کے بعد علم ان کے نائب جعفر بن ابی طالب نے سنبھالا
اب جعفر زید بن حارثہ کے بعد سپہ سالار تھے ۔ حضرت جعفرؓ کو جب دشمنوں
نے گھیر لیا ۔ اور چاروں طرف سے حملہ کرنے لگے تو آپؓ نہ تو گھبرائے اور نہ بدل ہوئے بلکہ
گھوڑے سے اُترے اور پہلے گھوڑے کے پاؤں کاٹے پھر اللہ کی عظمت و بزرگی کے گیت
گاتے شیر کی طرح رن میں دشمنوں پر ٹوٹ پڑے اور جب دشمن نے ایک ہاتھ
آپ کا کاٹ دیا تو آپ نے علم دوسرے ہاتھ میں لے لیا ۔ اور دوسرا ہاتھ بھی جب
کٹ گیا ۔ تو آپ نے ہمت نہیں ہاری بلکہ علم دانتوں سے پکڑ لیا ۔ حضرت عبداللہ بن
رواحہ نے جب یہ حال دیکھا ۔ تو بجلی کی طرح دشمن صفوں کو چیرتے ہوئے حضرت جعفرؓ تک
پہنچ گئے ۔ اور علم اُن سے لیا اور لڑنے لگے ۔ دشمن کے سپاہی کچھ اس طرح آگے
بڑھ آئے تھے کہ تلواریں اُن کے عین سر پر آ رہی تھیں اور چاروں طرف کی اس یلغار
سے آپ محفوظ نہ رہ سکے دشمن کے نرغے میں گھر گئے اور بہت جلد ہی اپنے پہلے
دونوں ساتھیوں کی طرح جام شہادت نوش کر لیا ۔ جب اسلامی سپاہ کے پے
بہ پے تین سپہ سالار شہید ہو گئے تو مسلمانوں پر اس کا جو اثر ہوا ہوگا اُس کا
اندازہ لگانا مشکل نہیں ۔ بہر حال اثر کچھ بھی ہوا ہو ۔ لیکن جب خالد بن ولید
نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کو گرتے دیکھا تو بڑھ کر علم اپنے ہاتھ میں لے لیا

حالانکہ حضرت خالد بن ولید رسول اللہ کے نامزد سپہ سالار نہ تھے ۔ بعض روایت
میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ کی شہادت کے بعد علم آپ کے چچازاد بھائی حضرت
ثابت بن اقرم نے اُٹھایا ۔ اور مسلمانوں سے کہا کہ وہ اپنا امیر چن لیں ۔ تو مسلمانوں
نے حضرت خالد بن ولید کو اپنا امیر منتخب کیا بہر حال حضرت خالد بن ولید اسلامی
لشکر کے پانچویں سپہ سالار تھے اس سے قبل آپ کی حیثیت صرف ایک سپاہی کی
سی تھی ۔ اب آپ نے سپہ سالار کی حیثیت سے جنگ شروع کی اور صفوں کو
نئی ترتیب دیکر نئے انداز سے دفاعی جنگ شروع کی اور اب اس جنگ کا نقشہ
ہی کچھ اور نظر آ رہا تھا ۔ اور عجیب بات تھی کہ تھوڑی دیر پہلے جو فوجیں مسلمانوں
پر یورش کر رہی تھیں اب اپنا بچاؤ کر رہی تھیں اور مسلمان اُن پر یورش کر رہے تھے
اور اس طرح لڑتے لڑتے اپنے ساتھیوں کو پیچھے ہٹا لائے ۔ اور اللہ نے اُنہیں
دشمنوں پر غالب کر دیا ۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کو وحی کے ذریعہ ان تینوں
کی شہادت اور حضرت خالد بن ولید کے سپہ سالار بننے کی اطلاع پہنچا دی
آپ نے مسلمانوں کو جمع کر کے لڑائی کے حالات سے باخبر کیا اور ان
تینوں کی شہادت اور خالد بن ولید کی سپہ سالاری کا اعلان کیا ۔
جب حضرت خالد بن ولید میدان کارزار سے اپنے ساتھیوں کو پیچھے ہٹا لائے
تو آپ نے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھا اور مدینہ واپس آ گئے ۔ جب آپ میدان
کارزار میں دشمن سے معروف پیکار تھے ۔ تو رسول اللہ صلعم نے آپ کے لئے دعا فرمائی
تھی کہ اے اللہ وہ تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے اُس کی مدد فرما ۔
اُسی روز سے آپ کا لقب سیف اللہ مشہور ہوا ۔ ادھر جب آپ مدینہ واپس آئے
تو مدینہ والوں نے سپاہ پر طعن کیا اور مٹی سے مٹھیاں بھر بھر کر اچھالیں اور

کہا کہ اے بھگوڑو اللہ کی راہ میں لڑنے سے منہ موڑ آئے ہو۔ چنانچہ رسول اللہ
نے اُنہیں سمجھایا کہ یہ بھگوڑے نہیں ہیں۔ انشاء اللہ ہم شام پر پھر چڑھائی کریں گے
اور دشمن سے بدلہ چکائیں گے۔ بہر حال یہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان پہلی
لڑائی تھی جو مسلمانوں کی پسپائی پر ختم ہو گئی۔ اِس لڑائی میں حضرت خالد کو جو
کامیابی ہوئی وہ صرف یہی تھی کہ وہ مسلمانوں کو مزید نقصان سے بچا لائے۔
اِس جنگ میں تین بڑوں کے علاوہ دس مسلمانوں نے اور شہادت پائی تھی۔ دشمن کا
کتنا نقصان ہوا۔ اِس کی کوئی تفصیل نہ مل سکی۔ البتہ رومیوں کے حلیف عرب
فوجوں کے سپہ سالار مالک بن رافلہ کو قتل کر دیا تھا۔

اِس مہم کے بعد رسول اللہ نے تین فوجی دستے اور روانہ کئے۔ اِن میں ایک ذات السلاسل
پہنچا۔ یہ پانچسو سپاہیوں پر مشتمل تھا اور اُسکے سردار عمرو بن العاص تھے۔ پہلے یہ
دستہ تین سو سپاہیوں کی تعداد میں عمرو بن العاص کی سرکردگی میں روانہ ہوا پھر
جناب ابو عبیدہؓ بن الجراح اور حضرت ابو بکر صدیقؓ اور جناب عمر فاروقؓ بھی
دو سو مزید مسلمانوں کو لیکر اُن سے جا ملے۔ اور اِنہوں نے باہم ملکر ذات السلاسل
کے علاوہ بلاد بلی اور بلاد عذرہ و بلقین کو روند ڈالا۔ اور بڑی کامیابی حاصل
کی نتائج کے لحاظ سے یہ مہم خیبر کے بعد دوسرے درجہ پر تھی۔ اِس کے بعد ایک
فوجی دستہ جناب ابو عبیدہ بن الجراح کی قیادت میں جو تین سو سپاہیوں پر مشتمل
تھا قبیلہ جہینہ کی سرکوبی کے لئے بھیجا گیا۔ گو اِس قبیلہ سے لڑائی نہیں ہوئی
تاہم جماعتی وقار میں خاصا اضافہ ہوا۔

اب ہم اُس فتح عظیم کا حال لکھتے ہیں جس کے لئے مسلمان ایک عرصہ سے اپنی
آنکھیں فرش راہ کئے ہوئے تھے اور اسلام اور رسول اللہ کی سب سے بڑی دشمن جماعت
کا خاتمہ ہوا اور مکہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

فتح عظیم ۸ھ = فتح مکہ کو تاریخ میں فتح عظیم کہا جاتا ہے

مورخ اِس فتح عظیم کی تفصیل اِس طرح بیان کرتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کو جب
بائیس مہینے گزر گئے تو قریش کی طرف سے اِس معاہدہ کی خلاف ورزی ہوئی
اور اِس طرح ہوئی کہ بنی خزاعہ رسول اللہؐ کے ساتھ اور بنی بکر قریش کے ساتھ اِس
معاہدہ میں شریک تھے۔ معاہدہ میں شرکت کے بعد بنی خزاعہ اور بنی بکر کی حیثیت الگ
الگ فریق کی ہو گئی تھی۔ ایک رات جبکہ بنی خزاعہ کا ایک قافلہ سفر کے دوران الوتیر
میں رات گذار رہا تھا تو بنی بکر کے بنی نفاثہ نے قریش کی اعانت سے اِس قافلہ پر
شب خون مارا اور اُن کے بیس آدمیوں کو قتل کر دیا۔ قریش کی طرف سے اِس
اعانت میں قریش کے بڑے بڑے لوگ شامل تھے مورخ ابن سعد کے بیان کے مطابق
صفوان بن اُمیہ۔ حویطب بن عبد العزیٰ۔ مکرز بن حفص اور عکرمہ بن ابو جہل نے
اسلحہ بھی بہم پہونچائے اور آدمیوں کو بھیج کر بھی پوری طرح امداد کی۔ اور اِس طرح
حدیبیہ کے ایک فریق پر حملہ کر کے ایک تو معاہدہ کی خلاف ورزی کی دوسرے اسلام کے
حلیف قبیلہ کے آدمیوں کو قتل کر کے رسول اللہ کو صدمہ پہنچایا۔ لکھا ہے کہ جب
بنو خزاعہ کو جب اِس طرح نقصان پہونچایا گیا تو عمرو بن سالم الخزاعی چالیس سواروں
کو لیکر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور آنحضرتؐ کی خدمت اقدس میں پہنچ
کر اپنی مصیبت کی روداد اشعار میں سُنائے جو کہ نہایت ہی رقت آمیز تھے اور
رسول اللہ سے امداد کی درخواست کی۔ جب حضور رسالت مآب نے بنی خزاعہ کی
روداد سنی تو تاثر کا یہ عالم ہوا۔ کہ آپ بیٹھے سے اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور عالم یہ
تھا کہ چلتے ہوئے چادر زمین پر گھسٹ رہی تھی۔ اور آپ کہہ رہے تھے کہ
اگر میں نے بنی کعب کی مدد نہ کی تو پروردگار قطعاً میری مدد نہیں کریگا
چنانچہ آپ نے خزاعہ کے وفد کی مصیبت سن کر اُن سے مدد کا وعدہ فرمایا اور

یقین دلایا کہ ابوسفیان جب ہمارے پاس دوبارہ تجدید معاہدہ کے لئے آئیگا تو ہم اُس کا مقصد پورا کئے بغیر اُسے لوٹا دینگے۔

ابن اسحاق اور ابن ہشام اور ابن کثیر نے روایت کی ہے کہ ابوسفیان جب معاہدہ کی تجدید کے لئے مدینہ آیا۔ تو پہلے اُم المومنین سیدہ اُم حبیبہ کے مکان پر آیا۔ اور اُس بستر پر بیٹھنا چاہا جو رسول اللہ کا بستر تھا۔ جناب سیدہ اُم حبیبہ نے مشرک باپ کو اِس بات کی اجازت نہیں دی۔ کہ وہ رسول اللہؐ کے مبارک بستر پر بیٹھے۔ ابوسفیان کو یہ بات ناگوار گزری۔ اور وہ اُن سے روٹھ کر حضرت ابوبکر صدیق کے یہاں پہنچا اور حضرت صدیق اکبرؓ سے تجدید معاہدہ کے لئے رسول اللہؐ کو راضی کرنے کے لئے بات چیت کی لیکن جناب ابوبکرؓ نے حامی نہ بھری تو ابوسفیان سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ کے یہاں آیا۔ تو آپ نے اُسکی تمام بات سن کر حضرت ابوبکر سے زیادہ سخت جواب دیا۔ یہاں سے مایوس ہو کر اُس نے حضرت علی مرتضیٰؓ کا وسیلہ ڈھونڈا۔ جب ابوسفیان حضرت علی مرتضیٰ کے پاس آیا تو جناب خاتون جنت بھی موجود تھیں ابوسفیان نے جناب سیدہ سے بھی سفارش کے لئے درخواست کی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا کہ مجھ پر صورت حال بڑی سخت ہو گئی ہے اس لئے مجھے مشورہ دیں تاکہ میری مشکل بھی حل ہو جائے۔ حضرت علی مرتضیٰ نے ابوسفیان سے کہا۔ بخدا مجھے کوئی ایسی بات نہیں معلوم جو آپ کی حمایت میں ہو بجز اِس کے کہ آپ بنی کنانہ کے سردار ہیں میرا مشورہ یہی ہے کہ آپ مسجد میں کھڑے ہو جایئے اور لوگوں کو امان دیجئے اور معاہدہ کی تجدید کا اعلان کر کے اپنی سرزمین کو روانہ ہو جایئے۔ چنانچہ ابوسفیان مسجد میں آیا اور ہانک لگا کر اعلان کیا کہ اے لوگو میں معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کا اعلان کرتا ہوں اور لوگوں کو امان دیتا ہوں۔ پھر سوار ہوا اور مکہ کی سمت روانہ ہو گیا۔

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اِس کارگذاری کے بعد جب ابوسفیان مکہ پہنچا تو قریش کو جمع کر کے اپنی کارگذاری سے آگاہ کیا تو قریش نے اِسے دانشمندی پر محمول نہیں کیا۔ اور ابوسفیان نے بھی اِس بات کا اعتراف کیا کہ حضرت علی مرتضیٰ نے اِسکے ساتھ مذاق کیا ہے۔ اب قریش اِس خطرہ سے بے خبر بھی نہیں تھے جو اُن کے لئے ایک بڑی مصیبت کی شکل میں اُن کے سامنے آنے والا تھا۔ اور اِس سے خوف بھی کھانے لگے۔ لکھا ہے کہ رسول اللہؐ دس ہزار مسلمانوں کی کثیر تعداد کے ساتھ ماہ رمضان المبارک کی دس تاریخ کو مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ اے اللہ ہماری خبر قریش کو اُس وقت تک نہ پہنچنے پائے جب تک ہم اُن کے شہر میں نہ پہنچ جائیں۔ اِس دعا کے بعد آپ نے سفر میں بہت زیادہ احتیاط برتی۔ تاریخ بتلاتی ہے۔ کہ رسول اللہ کے ساتھ جو دس ہزار مسلمان تھے وہ سب مدینہ ہی کے رہنے والے نہ تھے۔ بلکہ غفار۔ جہینہ۔ مزینہ اور سلیم قبیلہ کے لوگ شامل تھے انہیں آپ نے قاصد بھیج بھیج کر بلالیا تھا۔ کچھ قبائل مدینہ ہی میں آپ سے آکر مل گئے تھے اور کچھ نے رستہ میں ہمرکابی حاصل کی۔ یہ روانگی ماہ رمضان کی دس تاریخ بروز چہارشنبہ بوقت عصر مدینہ سے ہوئی اور مدینہ سے نکل کر صلصل پہنچ کر آپ نے حضرت زبیر بن العوام کو دو سو سپاہیوں کے ساتھ مقدمتہ الجیش کے طور پر آگے روانہ فرمایا۔ اور تمام لشکر میں منادی کرائی کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے۔ یعنی سفر کی وجہ سے فائدہ اُٹھائے۔ قدید پہنچ کر سپاہ کی باقاعدہ جتھہ بندی کی اور ہر قبیلہ کا الگ جھنڈا منتخب کیا اور انہیں عطا فرمایا۔ اِن قبائل میں جو آپ کے ساتھ تھے قبیلہ مزینہ اور سلیم کی تعداد سات سو اسات ہزار تھی۔ اِس لشکر جرار کو لیکر حضور جب مرالظہران پہنچے تو آپ نے یہیں لشکر کو قیام کرنے اور رات بسر کرنیکا حکم دیا

رسول اللہ کا مقصد اِس جگہ قیام کرنے اور رات گذارنے کا یہ تھا کہ قریش اسلامی سپاہ کے رنگ ڈھنگ جان لیں۔ اور متاثر ہوں۔ رات کے وقت جب مسلمانوں نے مرالظہران کے ریتلے میدان میں ہزاروں الاؤ روشن کئے تو اس میدان کا ذرہ ذرہ اِس روشنی سے دمک اُٹھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ساری خدائی رات گذارنے اِس میدان میں اتر آئی ہے۔ قریش کو ابتک معلوم نہ تھا کہ فوج کس کی ہے اور کہاں سے آئی ہے۔ اُنہوں نے دریافت حال کے لئے ابوسفیان کو اِس سمت روانہ کیا اور کہا کہ اگر یہ محمدؐ ہیں تو اُن سے ہمارے لئے امان لے لینا۔ بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ ابوسفیان حکیم بن خرام اور بدیل بن ورقا۔ تین آدمی کیفیت حال جاننے کے لئے گئے تھے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ابوسفیان عبداللہ بن ابی اُمیہ مرالظہران کی بجائے بنیق العقاب پر رسول اللہ کی چھاؤنی میں آئے۔ اور جناب اُم سلمہ جو حضور کی بڑی پیاری بیوی تھیں انہوں نے رسول اللہ سے ابوسفیان کی شفارش کی تھی۔ لیکن رسول اللہ نے اُن کی شفارش نہیں سنی۔ اور اُن سکو اپنے حضور باریابی کی اجازت عطا نہیں کی۔ اِس پر ابوسفیان نے قسم کھائی کہ یا تو محمدؐ ہمیں اپنے حضور باریاب ہونیکی عزت عطا کریں ورنہ میں اپنے بیٹوں کے ہاتھ پکڑ کر صحرا میں نکل جاؤں گا۔ اور بھوک اور پیاس سے مر جاؤں گا۔ جناب رحمتہ للعالمین نے جب اپنے اتنے بڑے دشمن کی فریاد کو سنا اور اُم حبیبہؓ (جو آپکی حرم تھیں) کے بارہ میں قسم آپکے گوش گذار کی گئی تو آپ نرم ہوگئے اور باریابی کی عزت عطا فرمائی۔ جب ابوسفیان آپکے سامنے آیا تو کچھ اشعار پڑھے اور اسلام قبول کرلیا۔

اِسی واقعہ کو مورخ ابن سعد اس طرح لکھتے ہیں کہ جب ابوسفیان قریش کا سفیر بنکر اس رات رسول اللہ کی چھاؤنی میں آیا۔ تو اُس شب چھاؤنی کی نگرانی حضرت عمر فاروقؓ کے سپرد تھی۔ جب آپنے اِس دشمن کو اندر آنیکی اجازت نہ دی تو اُس نے حضرت عباسؓ کو پکارا۔ حضرت عباس نے ابوسفیان کی آواز کو پہچانا اور وہیں سے اُسے رائے دی کہ ظالم مسلمان ہوجا۔ پھر اُسے پناہ دی اور اُسے اور اُس کے ساتھیوں کو لیکر رسول اللہؐ کے پاس حاضر ہوئے۔ ابوسفیان کو دیکھ کر آنحضرت نے حکم دیا کہ اِسے اپنے خیمہ میں لے جاؤ

اور صبح حاضر کرنا۔ صبح کو جب حضرت عباسؓ ابوسفیان کو لے کر خیمہ گاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ اور ابوسفیان کے درمیان کچھ ابتدائی بات چیت ہوئی۔ پھر ابوسفیان نے اسلام قبول کرلیا۔ اور بات ختم ہوگئی۔ بہرنوع جب ابوسفیان ایمان لے آئے تو اُن کی عزت افزائی میں اُن کے گھر کو جائے امن قرار دیدیا گیا۔ اور ساتھ ہی یہ اعلان بھی فرمایا کہ جو کوئی حکیم بن خرام کے گھر میں پناہ لے گا امن میں ہوگا۔ اور جو کوئی اپنے گھر کے دروازے بند کرلیگا۔ وہ بھی امن میں ہوگا۔ اِس کے بعد آپنے دس ہزار ساتھیوں کو حکم دیا کہ مکہ کی طرف بڑھیں۔ اور حضرت عباسؓ کو حکم ملا کہ ابوسفیان کو خطم الجبل کے قریب وادی کے تنگناؤ میں روک لیں تاکہ وہ اللہ کے جنود کو آگے بڑھتا دیکھیں۔ اور مکہ میں داخل ہوتا دیکھیں۔ چنانچہ حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کے ساتھ ساتھ حکیم بن خرام اور بدیل کو بھی یہیں روک لیا۔ چنانچہ اُس روز جو اسلام کا ایک نہایت ہی درخشاں دن تھا۔ علم نبوت کے زیر سایہ دس ہزار مسلمان مکہ میں داخل ہونے کے لئے جب آگے بڑھے تو یہ وادی لرز لرز گئی۔ اور ابوسفیان ہر گروہ کو آگے بڑھتا دیکھتا تو گھبرا کر پوچھتا کہ یہ کون ہیں۔ حضرت عباسؓ قبائل کا نام بتلاتے جاتے تھے پہلے سلیم گذرے پھر مزینہ اور پھر جہینہ اُسکے بعد مرکز نبوت آگے پھیلا جسکے دائیں بائیں انصار و مہاجر صف بستہ تھے۔ جب انصار و مہاجر کی صفیں آگے بڑھیں اور ابوسفیان نے اُنہیں دیکھا تو حضرت عباسؓ سے کہا آج سے تمہارے بھائی کے بیٹے کی بادشاہت شروع ہو گئی۔ حضرت عباس نے ابوسفیان کے خیال کی تردید کی اور کہا کہ یہ بادشاہت نہیں نبوت ہے۔ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ جب یہ اسلامی لشکر تنگ وادی سے گذر کر کھلی جگہ پر آیا۔ تو آنحضرتؐ نے اسے تین حصوں میں بانٹا۔ ایک حصہ جو مرکزی تھا۔ سعد بن عبادہ کو دیا اور دوسرا حصہ زبیر بن العوام کے سپرد کیا اور تیسرا حصہ حضرت خالد بن ولید کو سونپا۔ عام علم جو حضرت سعد بن عبادہ کو ملا تھا جب اُنہوں نے ابوسفیان پر جرح کی اور کہا کہ آج کا دن قریش کے لئے برا دن ہے تو رسول اللہ نے اُن سے علم لے لیا۔ اور علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عطا کیا۔

لیکن مورخ ابن سعد لکھتے ہیں کہ رسول اللہ نے علم سعد بن عبادہ سے لیکر اُن کے [illegible]
بیٹے قیس بن سعد کو دیدیا۔ کیونکہ یہ انصار کا علم تھا اِس لئے اُن کے ہی آدمی کو دیا گیا۔
امام بخاری نے اِس بات کو دوسرے انداز سے لکھا ہے۔ لیکن یہی جو ہم نے اوپر نقل کیا ہے
لکھتے ہیں کہ جب سعد علم لہراتے ہوئے ابوسفیان کے قریب سے گذرے تو ابوسفیان کو
مخاطب کر کے سعد نے کہا کہ آج بدلہ کا دن ہے۔ اور آج کے دن کعبہ میں خون
بہانا حلال ہے۔ سعد تو یہ بات کہہ کر آگے بڑھ گئے۔ اور جب رسول اللہؐ کی سواری
ابوسفیان کے قریب آئی تو ابوسفیان نے یہ بات رسول اللہ سے کہہ دی تو آپ نے
فرمایا کہ سعد نے جھوٹ بولا ہے۔ آج کے دن اللہ تعالیٰ کعبہ کی بڑائی و عظمت
کو بڑھائے گا۔ اور آج کے دن کعبہ پر غلاف چڑھایا جائیگا۔ انہوں نے اِس سے
آگے اور کچھ نہیں لکھا اور نہ سعد کی معزولی کا کوئی ذکر کیا۔ غرض کہ تین حصوں میں
بٹی ہوئی اسلامی سپاہ۔ مکہ میں مختلف راستوں سے داخل ہوئی داخلہ
سے قبل رسول خدا نے اپنے امرائے لشکر سے یہ عہد لیا تھا کہ آج کے دن
کسی کو قتل نہیں کرینگے۔ بجز اُن کے جو آگے سے لڑیں۔ لکھا ہے کہ جب یہ لشکر
مکہ میں داخل ہوا۔ تو عکرمہ بن ابوجہل صفوان بن اُمیہ۔ اور سہیل بن عمرو کچھ
لڑاکا جوانوں کو ساتھ لیکر جناب خالد کے مقابلہ پر آئے جو اُس وقت میمنہ
کے سردار تھے اور اُن کا راستہ روکا۔ اسلحہ اٹھائے اور تیر چلانا شروع
کر دیئے۔ اُس وقت حضرت خالد نے بھی اپنے ساتھیوں کو پکارا اور لڑائی
کی طرح ڈال دی۔ اِس معمولی جھڑپ میں قریش کے چوبیس اور ہذیل کے چار
آدمی مارے گئے۔ اور یہ لوگ بری طرح ہزیمت کھا کر بھاگ گئے۔
جب رسول اللہ سے اِس لڑائی کا حال کہا گیا تو آپ نے فرمایا قضاء اللہ خیر
یعنی اللہ کا فیصلہ بہرحال بہتر فیصلہ ہے۔ ابن خلدون کے بیان کے مطابق

اِس جھڑپ میں تین مسلمان شہید ہوئے۔ رمضان المبارک کی بیس تاریخ تھی اور جمعہ کا دن تھا
کہ رسول اللہؐ مکہ میں داخل ہوئے۔ اور الحجون میں آپ کے لئے جو خیمہ نصب کیا گیا تھا
فروکش ہوئے اور وہیں زبیر بن العوام کو جھنڈا نصب کرنیکا حکم دیا۔ یہ خیمہ گاہ
چمڑے کا بنا ہوا تھا۔ کچھ دیر اِس میں آپ نے قیام فرمایا پھر سواری طلب
کی اور سوار ہو کر خانہ کعبہ تشریف لائے اور اِسی طرح سواری پر بیٹھے بیٹھے خانہ کعبہ
کا طواف شروع کیا۔ اُس وقت خانہ کعبہ کے مختلف مقامات پر تین سو ساٹھ بت
نصب تھے۔ اور رسول اللہ جس بت کے پاس سے گذرتے تو اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی
چھڑی کے ساتھ ٹھوکا دیتے اور بت کو چہرے کے بل گرا دیتے۔ اور فرماتے
جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۔ امام بخاری
نے اِس بارے میں لکھا ہے۔ کہ رسول اللہؐ بیت اللہ میں اُس وقت تک داخل نہیں
ہوئے۔ جب تک بتوں کو باہر نکلوا کر توڑ نہیں ڈالا۔ اور جب خانہ کعبہ سے بتوں
کی صفائی ہو گئی تو آپ نے عثمان بن طلحہ کو جو اُس وقت خانہ کعبہ کے حاجب تھے
طلب کر کے اُن سے بیت اللہ کی چابی لی۔ اور دروازہ کھول کر حضرت بلالؓ
کے ہمراہ اندر داخل ہوئے۔ کچھ دیر اندر قیام فرمایا اور باہر تشریف لے آئے۔
اُس کے بعد عام مسلمانوں کو اندر جانے کی اجازت ہوئی۔ سب سے پہلے اندر
جانے والے عبد اللہ بن عمرؓ تھے۔ اُس کے بعد آپ نے چابی پھر عثمان بن طلحہ کے
حوالے کر دی۔ اور اُن کے ہی حق میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی۔ اِنَّ اللّٰهَ
يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰى اَهْلِهَا ۔ مورخ لکھتے ہیں کہ موقع پر
آپ نے خانہ کعبہ کے دروازے پر ایک مختصر سی تقریر بھی فرمائی۔ جس کا ترجمہ یہ ہے
نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ جو ایک ہے اور اُسکا کوئی شریک نہیں ہے جس نے
اپنا وعدہ سچا کیا۔ اور اپنے بندے کی امداد فرمائی اور سارے گروہوں کو اکیلے

ہی شکست عطا فرمائی ۔ اس تعارف کے بعد فرمایا ۔ خبردار ہر قسم کا مطالبہ خواہ وہ
خون کا ہے یا مال کا وہ میرے پیروں کے نیچے ہے ۔ یعنی منسوخ ہے ۔ البتہ بیت اللہ
کی دربانی اور حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت کے مناصب جوں کے توں ہیں ۔
خبردار جان بوجھ کر قتل سے مشابہت رکھنے والے اور غلطی سے قتل کی دیت جو
کوڑے یا ڈنڈے سے وقوع میں آئے سو اونٹ ہے جن میں چالیس اونٹنیاں حاملہ ہونگی
اور اے قریش آج کے دن اللہ نے تم سے جاہلیت کا غرور چھین لیا ہے اور باپوں
کے بل پر بڑائی بھی غلط قرار دی ہے ۔ سارے کے سارے انسان آدم کی اولاد ہیں اور
آدم مٹی سے بنے ہیں ۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی ترجمہ اے لوگو ہم نے تمہیں مرد اور عورت کے
میل سے پیدا کیا ہے ۔ یاایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکرٍ و انثیٰ ۔
اس کے بعد آپ قریش سے مخاطب ہوئے اور دریافت فرمایا کہ ہم تمہارے ساتھ کیا
سلوک کریں ۔ قریش نے جواب دیا کہ آپ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کرینگے کیونکہ
آپ مہربان بھائی ہیں اور مہربان بھائی کے بیٹے ہیں ۔ یہ جواب سن کر آپ نے
سب کو معافی دیدی اور امان بخشی ۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے درخواست پیش
کی اُس وقت آپ مسجد میں تشریف فرما تھے ۔ کہ خانہ کعبہ کی دربانی اور حاجیوں
کو پانی پلانے کے مناصب ایک کر دیجئے ۔ آپ نے یہ درخواست منظور فرمائی اور عثمان بن طلحہ
کو بلا کر چابی اُن کے حوالے کر دی ۔ اور فرمایا الیوم یوم برٍ و وفاءٍ یعنی آج کا دن
بھلائی اور وفا کا دن ہے ۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اُس روز رسول اللہ نے کعبہ کے
سارے بت توڑ ڈالے اور ایک بُت کو توڑنے کے لئے جو خانہ کعبہ کی چھت پر نصب
تھا حضرت علیؓ کے سہارے اوپر اُٹھے اور اُسے توڑا ۔ اُس کے بعد آپ نے حضرت بلالؓ
کو حکم دیا کہ وہ اوپر چڑھیں اور اذان چھت پر کھڑے ہو کر دیں ۔ یہ ظہر کا وقت تھا
کہ حضرت بلالؓ نے چھت پر کھڑے ہو کلمات اذان کہے اور آپ نے تمام ساتھیوں نے
نماز ادا کی پھر بقیہ بت جو اکناف کعبہ اور مکہ میں جگہ جگہ نصب تھے توڑنے کے لئے آپ

نے صحابہ کا انتخاب فرمایا ۔ اور منادی کی کہ جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان
رکھتا ہے وہ بیت اللہ میں کسی بت کو توڑے بغیر نہ چھوڑے ۔ اس کے بعد آپ نے
بیت اللہ کی حرمت سے لوگوں کو آگاہی فرمائی ۔ فرمایا کہ یہ اللہ ہی ہے جس نے
مکہ کو حرمت عطا کی آدمیوں نے اُسے حرمت نہیں دی ۔ کسی مسلمان کے لئے جو اللہ
اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے ۔ یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بیت اللہ میں خون بہائے
یا اُس کے کسی درخت کو کاٹے ۔ یہ اعلان اس واقعہ پر کیا گیا تھا کہ فتح کے دن بنی خزاعہ
نے اپنے ایک آدمی کو حرم کعبہ میں قتل کر دیا تھا ۔ جب رسول اللہ کو اس قتل کی خبر ملی
تو آپ نے خزاعہ کے اس فعل کی مذمت کی اور حرم کعبہ میں خون بہانے کو حرام قرار دیا ۔
اور خزاعہ کی طرف سے مقتول کی دیت خود ادا کی ۔

مورخ لکھتے ہیں کہ فتح کے دن رسول اللہؐ کی طرف سے کچھ بڑے مجرموں کا خون حلال کیا گیا ۔
جو کہ قریش سے تھے ۔ ابن سعد نے ان کے نام بھی لکھے ہیں ۔ ان میں چھ مرد اور چار عورتیں تھیں
۱ ۔ عکرمہ بن ابی جہل ۔ ۲ ۔ ہبار بن الاسود ۔ ۳ ۔ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح
۴ ۔ مقیس بن حبابہ ۔ ۵ ۔ الحویرث بن نقیذ ۔ ۶ ۔ عبد اللہ بن ھلال
عورتوں میں ۱ ۔ ہندہ بنت عتبہ ۔ ۲ ۔ سارہ مولاۃ عمرو بن ہاشم ۔ ۳ ۔ فرتنا
۴ ۔ قریبہ ۔ ان تمام میں سے عبد اللہ بن ہلال ۔ الحویرث اور مقیس بن حبابہ کو قتل
کر دیا گیا ۔ اور باقی بچ گئے ۔ کیونکہ وہ مسلمان ہو گئے ۔ عورتوں میں دو عورتیں قتل ہوئیں
اور باقی بچ گئیں ۔ ان عورتوں میں ہندہ بنت عتبہ جو بہت بڑی مجرم تھی اسی نے احد
کے مقام پر امیر حمزہ کے ناک کان کاٹے اور اُن کا سینہ چیر کر دل نکالا اور اُسے چبا گئی ۔
آج کے دن جب کہ عام معافی کا اعلان کیا گیا ہندہ کو بھی معافی مل گئی ۔ عام معافی اور
خطا بخشی کی یہ نرالی مثال جو رسول اللہ نے قائم کی اپنی نوعیت کی ایک نرالی مثال
ہے ۔ تاریخ میں ایسی مثال کہیں نہیں ملتی ۔ لکھا ہے کہ ظہر کی نماز سے پہلے آپ کوہ صفا پر تشریف
فرما ہوئے ۔ اور حضرت عمر فاروقؓ آپ کے سامنے بیٹھے تھے ۔ کہ قریش کے ہجوم کے ہجوم آتے

اور رسول اللہ سے اطاعت و وفا کے عہد پر بیعت کرتے تھے۔ اس روز حضرت عمر فاروق رضؓ کو جو سب سے بڑا اعزاز ملا وہ یہ تھا کہ اُس دن آپ رسول اللہ کے وزیر درباری بنے اور رسول اللہ کی موجودگی میں اُن کی نیابت کا فریضہ بھی انجام دیا۔ اور اُس دن آپ کو حکم ملا تھا کہ اے عمرؓ آپ اِن عورتوں سے بیعت لو جو کہ جوق در جوق آپ کے پاس بیعت کے لئے آ رہی تھیں۔ پہلے آپ نے خود اِن عورتوں سے شرائط طے کیں ہندہ اِن عورتوں کی قائد تھی جو مشہور مشہور لوگوں کی بیویاں یا رشتہ دار تھیں۔ آپ نے ہندہ سے فرمایا کہ اقرار کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گی۔ دوسرے چوری نہیں کرو گی۔ پہلی شرط پر ہندہ نے کہا کہ آپ نے مردوں سے اِن شرائط پر بیعت نہیں لی تاہم آپ سے اِس پر بیعت کرتے ہیں دوسری شرط پر ہندہ بولی کہ میں ابوسفیان کے مال سے کچھ کچھ کبھی کبھی چرا لیا کرتی ہوں۔ ابوسفیان وہیں موجود تھا اُس نے کہا جو گذر چکا اُس کی تمہیں معافی ہے۔ آپ نے فرمایا تیسری شرط یہ ہے کہ تم زنا نہیں کرو گی۔ ہندہ بولی کہ کیا آزاد و خود مختار عورت بھی زنا کرتی ہے۔ رسول اللہ نے چوتھی شرط یہ فرمائی کہ تم اپنے بچوں کو قتل نہیں کرو گی۔ قریش کے سردار کی بیوی ہندہ نے کہا کہ جب وہ چھوٹے تھے ہم نے انہیں پرورش کیا اور جب وہ بڑے ہوئے تو بدر میں آپ نے اُنہیں ذبح کیا۔ اور یہ حقیقت آپ کو بھی اچھی طرح معلوم ہے اور اُنہیں بھی۔ رسول اللہ نے اس بات کا کیا تاثر لیا کوئی پتہ نہیں البتہ حضرت عمر فاروق رضؓ ہنس پڑے۔ اسکے بعد آپ نے پانچویں شرط کا اظہار فرمایا کہ وہ یہ ہے کہ تم اپنی وضع کردہ جھوٹی بات کی نسبت کسی دوسرے کی طرف نہیں کرو گی۔ ہندہ بولی کہ ہم جانتی ہیں کہ بہتان بری چیز ہے اور آپ ہمیں نیک اور اچھی باتوں کے سوا کسی اور بات کا حکم نہیں دینگے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے یہ اقرار بھی کرو

کہ اچھی باتوں میں میری مخالفت نہیں کرو گی۔ ہندہ نے کہا اگر ہم نے آپ کی مخالفت کرنا ہوتی تو آپ کے ساتھ اِس محفل میں نہ بیٹھتیں یہ شرائط ختم ہو گئے تو آپ نے حضرت عمر فاروق رضؓ سے فرمایا کہ اِن سب عورتوں سے بیعت لو۔
چنانچہ حضرت فاروق اعظم نے آپ کے حکم کے مطابق سب سے بیعت لی۔ اِس فتح کی سب سے اہم بات یہ ہوئی کہ رسول اللہ صؐ چونکہ عام معافی کا اعلان کر چکے تھے اِس لئے آپ نے اپنے ساتھیوں میں سے کسی ایک کو بھی کسی کو لوٹنے کی اجازت نہیں دی۔ اور نہ کسی پر کوئی ظلم ہونے دیا۔ اور خود بھی ایک مسافر فاتح کی طرح ایک خیمہ میں ہی قیام فرمایا۔ حالانکہ یہاں آپ کا اور آپ کے آباؤ اجداد کا گھر تھا۔ اگر آپ چاہتے تو اپنے گھر میں قیام فرما سکتے تھے۔ لیکن اُس مکان کو کہ جہاں آپ پیدا ہوئے تھے عقیل بن ابی طالب فروخت کر چکے تھے اس لئے آپ نے وہاں قیام کرنا یا قبضہ کرنا پسند نہ کیا۔ اِس کے آپ نے جن صحابہ کا انتخاب بتوں کو توڑنے کے لئے کیا تھا۔ اِن میں یہ بڑے بت بھی شامل تھے عزّیٰ۔ سواع اور منات حضرت خالد بن ولید کو عزّیٰ کے توڑنے کی خدمت سپرد کی گئی۔ یہ بت مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر کھجوروں کے جھنڈ میں تھا۔ اور سارے بنی کنانہ اِسے اپنا معبود مانتے تھے بنو شیبان بن بنی سلیم اِسکے پروہت تھے۔ فتح کے پانچ دن کے بعد حضرت خالد بن ولید تیس سواروں کو ساتھ لیکر اُس جگہ پہنچے اور بت کو توڑ دیا۔ حضرت عمرو بن العاص کو سواع کے توڑنے کے لئے مامور کیا گیا۔ لکھا ہے کہ آپ اِس بت کو توڑنے کے لئے گئے تو اِس بت کے پروہت نے عمرو بن العاص کو دھمکایا کہ تم اِس بت کو کبھی نہ توڑ سکو گے لیکن عمرو بن العاص نے آگے بڑھکر کلہاڑا اُٹھایا اور اُسے توڑ ڈالا۔ پروہت نے جب دیکھا کہ بت نے اپنے ٹوٹنے پر کوئی احتجاج نہیں کیا تو فوراً اسلام قبول کر لیا۔

تیسرے بڑے بت مناۃ کو توڑنے کی خدمت سعد بن زید کے سپرد ہوئی مناۃ کے
پجاری نے حضرت سعدؓ کے بت توڑنے پر قادر نہ ہونیکی پیشین گوئی کی تھی۔ مگر
جب بت بڑی آسانی سے ٹوٹا اور کوئی بات ظہور میں نہ آئی تو یہ پجاری بھی اسلام
لے آیا اور مسلمان ہو گیا۔ اسی طرح باقی اور صحابہ نے بھی جن کے سپرد یہ خدمت کی
گئی بہ احسن وخوبی انجام دی اور مکہ یا مکہ کے قرب وجوار میں بتوں کا نام ونشان بھی
نہ چھوڑا۔ اب تمام مکہ میں جہاں چند یوم پیشتر بتوں کی پرستش ہوتی تھی اب صرف
ایک خدائے واحد کی عبادت ہونے لگی۔

جنگ حنین = حنین تہامہ کی ایک وادی ہے جو مکہ سے تین دن کی مسافت پر
واقع ہے۔ یہاں بہت سے قبائل اسلام کی مخالفت میں جمع ہوئے ان میں ہوازن
اور ثقیف خاص طور سے قابل ذکر ہیں ان کے علاوہ بنی خثعم۔ بنی سعد۔ بنی بکر
بنی ہلال اور بنی مالک بھی تھے۔ ان مذکورہ قبائل کو جب فتح مکہ کی خبر ملی تو
ان میں بڑا اشتعال پیدا ہوا۔ اور یہ سب کے سب حنین میں اکٹھے ہوئے۔ اور مکہ
پہنچ کر رسول اللہ سے لڑنے کا منصوبہ تیار کرنے لگے۔ مذکورہ قبائل اپنے ٹھکانوں سے
چلتے وقت اپنے بیوی بچوں مال متاع اور جانوروں کو بھی اپنے ہمراہ لے آئے تھے تاکہ
جنگ کے وقت ان کی موجودگی کے سبب انہیں میدان جنگ میں ثبات نصیب
ہو اور دل کھول کر لڑ سکیں۔ جب رسول اللہؐ کو اس اجتماع کی خبر ملی تو آپ نے
حنین کی طرف مراجعت فرمائی۔ تاکہ ان قبائل کی سرکوبی کی جائے۔ اس مہم
میں آپ کے ساتھ تقریباً بارہ ہزار آدمی تھے ان میں دس ہزار آدمی تو وہ تھے
جو مدینہ سے آپ کے ساتھ آئے تھے۔ اور دو ہزار آدمی مکہ کے تھے جو فتح ہونے کے
وقت مسلمان ہوئے تھے۔ ان میں اسی مشرکین بھی شامل تھے آپ کی روانگی
۶ شوال ۸ھ بروز ہفتہ ہوئی۔ مورخ لکھتے ہیں کہ جب رسول اللہؐ حنین کی
وادی میں داخل ہوئے۔ تو رات کا وقت تھا اور آپ نے چاہا تھا کہ اس رات کے

اندھیرے سے فائدہ اٹھایا جائے اور وادی کے بلند مقاموں پر قبضہ کر لیا جائے۔
چنانچہ جب اسلامی سپاہ وادی کے تنگ درہ سے گزر رہے تھے۔ تو دشمن نے سبقت
کی۔ اور اسلامی سپاہ کو گھیرے میں لے لیا۔ یہ قبیلہ ہوازن تھا جو وادی کے درہ کے
دونوں طرف کناروں پر آباد تھے۔ انہوں نے دونوں طرف سے جب اسلامی سپاہ
کو گھیرے میں لے لیا۔ اور ادھر صبح کی روشنی بھی پھیلنے لگی تو انہوں نے چاہا کہ ہم دونوں
طرف سے گھرے ہوئے اسلامی لشکر پر حملہ کر کے اسے پسپا کر دیں۔ جب رسول اللہؐ
نے یہ صورت حال دیکھی تو صفیں مرتب کیں اور جھنڈے تقسیم فرمائے مہاجرین کا جھنڈا
تین بزرگوں حضرت علیؓ جناب سعدؓ بن ابی وقاص اور جناب عمر فاروقؓ کو عطا ہوئے
انصار میں سے خزرج کا جھنڈا حباب بن المنذر اور سعد بن عبادہ کو دیا گیا اوس قبیلہ
کا جھنڈا اسید بن الحضیر کو ملا۔ ابھی صبح کی روشنی پھیلنے نہ پائی تھی کہ لڑائی چھڑ
گئی۔ اور لڑائی چھڑے ابھی زیادہ دیر بھی نہیں ہوئی تھی کہ مسلمانوں کی اگلی صفیں
اچانک پیچھے کو بھاگیں سب سے پہلے مقدمۃ الجیش کے سوار بھاگے۔ جن میں اکثریت
بنو سلیم کی تھی جو خالد بن ولید کے ماتحت تھے ان کے پیچھے مکہ کے دو ہزار نو مسلم تھے
سوار بھاگے تو ان پیادوں پر زد پڑی جو ان کے پیچھے تھے اس لئے پیادے بھی بھاگ
اٹھے جنگ کا میدان چونکہ بہت ہی محدود تھا۔ اس لئے ادھر ادھر بھاگنے کے بجائے
پیچھے کو بھاگے اس سے قلب بھی منتشر ہو گیا۔ یہ ہزیمت بڑی غیر متوقع تھی۔ اس لئے
رسول اللہ ان کو روکنے کے لئے ان کو پکارتے اور ان کے پیچھے بھاگتے آ رہے تھے۔
حضرت عباسؓ کی آواز چونکہ بڑی اونچی آواز تھی اسلئے آنحضرتؐ انہیں پکارنے کے
لئے کہا۔ حضرت عباسؓ نے رسول اللہؐ کی طرف سے ان کے ساتھیوں کو کچھ اس طرح
پکارا کہ تمام مسلمان لبیک کہتے ہوئے رسول اللہ کی طرف پلٹے اور اس منتشر
جمعیت پھر اکٹھی ہو گئی۔ اور فرار کی ندامت مٹانے کے لئے دشمن پر بڑے جوش وخروش

سے لوٹ پڑے۔ جب رسول اللہؐ نے اس طرح ساتھیوں کو مجتمع ہو کر دشمن پر حملہ آور
پایا۔ تو رجز گانا شروع کر دیا۔ لڑائی کا تنور جو اس بار گرم ہوا۔ تو اُس وقت
تک ٹھنڈا نہ ہوا جب تک ہوازن کی ساری صفیں چھٹ نہیں گئیں۔
اور وہ پوری طرح شکست نہیں کھا گئے۔ مسلمانوں کے ہاتھوں ہوازن کے لوگ
جس طرح قتل ہوئے اُس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ صرف ابو طلحہ نے اُن
کے بیس آدمیوں کو قتل کیا۔ اسی طرح دوسرے انصار و مہاجرین نے ہوازن کے
مزاج درست کئے۔ اور قیدیوں کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی۔ اس جنگ میں
کچھ بچے بھی قتل ہو گئے لیکن آنحضرتؐ نے فوراً مداخلت کی اور مسلمانوں کو بچوں کے
قتل سے روک دیا۔ دشمن کا ایک گروہ میدان جنگ سے بھاگ کر اوطاس میں جمع ہوا۔
اُس کے پیچھے آپ نے ابی عامر الاشعری کو روانہ کیا۔ انہوں نے اوطاس پہنچ کر
اس گروہ کو ایک اور شکست دی۔ دشمن نے یہاں سے بھی راہ فرار اختیار کی اور طائف میں جا
چھپے مورخ لکھتے ہیں کہ دشمن نے وادی سے نکلنے کی بڑی تگ و دو کی مگر اسکے باوجود
چھ ہزار آدمیوں کو قیدی بنا لیا گیا۔ اور غنیمت تو اتنا تھی کہ پچھلی تمام لڑائیوں
میں بھی اتنا مال نہ ملا تھا۔ چوبیس ہزار تو صرف اونٹ ہی تھے اسکے علاوہ
بھیڑ بکریوں کی تعداد چالیس ہزار سے بھی زیادہ تھی۔ نقدی میں چار ہزار
اوقیہ صرف چاندی تھی یہ ساری غنیمت رسول اللہؐ نے مکہ اور طائف کے درمیان
جعرانہ پر محفوظ کر کے خود طائف کا سفر اختیار کیا۔ تاکہ وہاں باقی ماندہ
محصور ہوازن اور ثقیف کی مزاج پرسی کر سکیں۔

طائف کا محاصرہ ۔ طائف یہ وہی شہر ہے جہاں تقریباً گیارہ
سال پیشتر رسول اللہؐ اپنے آزاد کردہ غلام اور متبنیٰ بیٹے زید بن حارثہ کے
ساتھ تبلیغ اسلام کے لئے۔ تشریف لائے تھے۔ اور طائف والوں نے
بے یار و مددگار رسول کو پتھر مار مار کر زخمی کر دیا تھا اور اُن کے پیچھے گستاخ لڑکے
لگا دئے تھے تاکہ وہ آپ کو ایذا پہونچائیں اور آپ کو سرعام رسوا کریں۔
رسول اللہؐ جعرانہ سے روانہ ہوئے۔ اور طائف پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔
طائف والوں کو گیارہ سال پیشتر کا دن یاد تھا۔ اس لئے وہ بہت خائف تھے
اور جب اُنہیں یہ معلوم ہوا۔ کہ اسلامی لشکر فاتحانہ انداز اور ایک کثیر تعداد
میں اوطاس اور لیہ ہوتا ہوا اُن کی طرف آ رہا ہے تو وہ میدان میں نکلنے کے
بجائے قلعہ بند ہو گئے۔ اور مسلمان سپاہ جیسے ہی شہر پناہ کے قریب آئی
اُنہوں نے اوپر سے تیر اندازی شروع کر دی۔ یہ تیروں کی بارش کچھ اسقدر
سخت تھی کہ آن کی آن میں بارہ مسلمان شہید ہو گئے اور لاتعداد زخمی ہو گئے
جب آنحضرت نے یہ حال دیکھا تو اپنی فوج پیچھے ہٹائی۔ اور شہر پناہ اتنی دور
پیچھے ہٹا لائے جہاں تیر نہ پہنچ سکے۔ اب رسول اللہؐ کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ یہ شہر
جسکی مضبوط فصیل کے اندر ہوازن کا مغرور بادشاہ مالک بن عوف اور اُسکے
گستاخ ساتھی ثقفی چھپے بیٹھے ہیں۔ کیسے فتح ہو۔ اس سلسلے میں اسفل قبیلہ
جو مکہ میں رہتا تھا اور منجنیقیں اور دبابے بنانا جانتا تھا۔ اُس وقت رسول اللہ
کے ہمراہ تھا۔ اور اُنہوں نے ایک منجنیق اور ایک دبابہ بنا کر پیش کیا۔
رسول اللہ کے سامنے یہ ہتھیار پہلی بار سامنے آیا۔ آپ نے اسے پسند فرمایا
اور اُسکے ذریعہ سنگ باری شروع کر دی۔ طائف پر یہ سنگباری آسی

سنگباری کا قدرت کی طرف سے انتقام تھی جو انہوں نے گیارہ سال پیشتر رسول اللہؐ پر کی تھی۔ اسفل مکہ کے توپچیوں نے جو سنگباری میں بڑے ماہر تھے۔ شہر پناہ پر خوب پتھر برسائے۔ اور مسلمانوں کا ایک گروہ تو دبابے میں بیٹھ کر شہر پناہ تک پہنچ گیا۔ مگر دبابے کا استعمال اور ایک گروہ کا وہاں پہنچنا بھی کچھ مفید ثابت نہ ہوا۔ کیونکہ طائف والوں آتش باری کر کے اس میں آگ لگادی۔ اور ان مسلمانوں پر جو اسکے نیچے چھپے تھے جب نکل کر بھاگے تو تیر برسائے۔ جب یہ صورت حال پیدا ہو گئی تو آپ نے وہی حربہ آزمایا جو بنی النضیر کے خلاف آزمایا تھا۔ یعنی طائف کے ارد گرد پھیلے ہوئے سرسبز شاداب انگوروں اور کنجوں کے باغات میں آگ لگادی۔ شہر پناہ کی فصیل پر کھڑے ہوئے تماشائیوں نے جب اپنے باغات کو یوں جلتے دیکھا تو رسول اللہؐ کی خوشامد کی یہاں آپ نے ایک تدبیر اور آزمائی کہ شہر پناہ کے قریب منادی کرنے والے کو بھیج کر منادی کرائی کہ طائف کے غلاموں میں سے جو بھی ہم سے آملے گا ہم اُسے آزادی بخش دینگے۔

اس اعلان کو سنکر بہت سے غلام جن کی تعداد مورخوں نے تیئیس بتلائی ہے مسلمانوں سے آملے۔ یہ تدبیر خاصی کارگر ہوئی مگر طائف کے محصورین کو اس سے کافی رنج پہنچا۔ مگر اس کے باوجود طائف والوں نے ہتھیار نہیں ڈالے اور نہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے مصالحت کی کوئی درخواست پیش کی محاصرہ کی یہ صورت حال پچیس دن تک رہی۔ مورخ ابن سعد نے لکھا ہے کہ محاصرہ اٹھارہ دن تک رہا۔ اسکے بعد آپ نے حضرت فاروق اعظم رضہ کو حکم دیا کہ کوچ کا اعلان کریں۔ اس پر لوگوں نے اعتراض کیا کہ ہم چل دیں اور طائف فتح نہ ہو۔ اسپر آپ نے کوچ روک دیا۔ اور لڑائی شروع کرنے کا حکم دیا۔ لوگ شہر کے قریب آئے اور ان میں کئی زخمی ہو گئے۔ رسول اللہؐ نے لڑائی پھر روک دی۔ اور لوگوں کو یقین دلایا کہ وہ طائف میں محاصرہ کے لئے پھر آئینگے۔ چنانچہ مسلمان مطمئن ہو گئے اور طائف سے روانگی شروع ہو گئی۔ اس محاصرہ کے نتیجہ بہت اچھا ہوا۔ گو طائف والوں نے نہ تو صدر دروازہ کھولا۔ نہ ہتھیار ڈالے اور نہ صلح کی بات چیت کی تاہم نتیجتاً یہ مہم

کامیاب رہی۔ کیونکہ طائف کے آس پاس جتنے قبیلے آباد تھے وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ اور انہوں نے رسول اللہؐ کی خدمت میں اپنے وفود بھیج کر آپ کی مکمل اطاعت و فرمانبرداری قبول کر لی۔

مال غنیمت کی تقسیم

مورخ ابن ہشام۔ ابن اسحاق۔ الطبری۔ اور ابن کثیر اس بات پر متفق ہیں کہ جب رسول اللہؐ طائف کا محاصرہ ختم کر کے جعرانہ تشریف لائے تو یہاں جمع شدہ غنیمت کی تقسیم فرمائی۔ اس تقسیم میں انصار کو شکایت پیدا ہوئی کہ اُن کے انصاف نہیں ہوا حالانکہ وہ اسلام کے سب سے پہلے مددگار تھے اور حنین اور اوطاس میں انہوں نے زیادہ شجاعت دکھائی چنانچہ انصار کے سردار سعد بن عبادہ بذات خود رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انصار کی اس شکایت کا ذکر کیا۔ اور اس طرح عرض کیا کہ یا رسول اللہ انصار کے قبیلہ کو اس غنیمت کی تقسیم کے بارے میں کچھ شکایت ہے کہ اسے آپ نے اپنی قوم میں بانٹ دیا ہے اور قبائل عرب کو زیادہ عطیہ دئے ہیں اور انصار کے گروہ کو کچھ نہیں دیا۔ جب آپ نے یہ شکایت سنی تو سعدؓ سے پوچھا کہ تمہارا کیا خیال ہے۔ تو سعد نے جواب دیا کہ میں بھی اپنی قوم میں سے ہوں۔ اس پر رسول اللہ نے سعد کو حکم دیا کہ انصار کو خطیرہ میں جمع کر لیں چنانچہ جب سعد تمام انصار کو بلا لائے تو رسول اللہؐ نے حمد و ثناء کے بعد انصار سے خطاب کیا۔ کیا میں جب تمہارے پاس آیا تم گمراہ نہ تھے میری وجہ سے اللہ نے تمہیں ہدایت دی۔ تم فقیر و محتاج تھے میری وجہ سے اللہ نے تمہیں غنی کیا۔ تم آپس میں دشمن تھے۔ میری وجہ سے اللہ نے تمہارے مابین دوستی اور محبت پیدا کی۔ انصار نے عرض کی اللہ کے رسول یقیناً آپ سچ فرماتے ہیں۔ اب رسول اللہ نے گفتگو کا انداز بدلا اور انصار سے کہا۔ تم مجھے یہ جواب کیوں نہیں دیتے جو بالکل صحیح ہوتا۔ کہ تو ہمارے پاس جھٹلایا ہوا آیا ہم نے تمہیں سچا سمجھا۔ تو ہمارے پاس کمزور آیا اور مجبور آیا۔ ہم نے تمہاری مدد کی تمہارے پاس گھر گھاٹ نہ تھا۔ ہم نے تمہیں پناہ دی تم مفلس تھے ہم نے

تمہیں اونچی حیثیت عطا کی۔ اے انصار تم نے اس دنیاوی مال و اسباب پر غم اٹھایا ہے جس کے ذریعہ میں نے اس قوم کی تالیف قلب کی اور میں نے تمہارے اسلام پر اعتماد و بھروسہ کیا۔ کیا انصار تمہیں اس بات پر خوشی نہ ہوگی کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے جائیں اور تم اللہ کے رسول کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ بخدا اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں خود کو انصار میں سے سمجھتا۔ اگر سارے لوگ ایک سمت ہو جائیں اور انصار دوسری سمت تو میں انصار کی سمت چلوں گا۔ یہ کہنے کے بعد آپ نے انصار کے بیٹوں اور پوتوں کے لئے دعا فرمائی۔ مورخ لکھتے ہیں کہ انصار اس سے بے حد متاثر ہوئے اور اس قدر روئے کہ اُن کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ اور اس تقریر سے اُن کے دلوں میں جو بے انصافی کا شبہ تھا وہ جاتا رہا۔

مورخ ابن سعد لکھتے ہیں کہ یہ بے انصافی کا وسوسہ اُن کے دلوں میں محض ایک وسوسہ ہی تھا۔ جو دور ہو گیا۔ لیکن دراصل اُن کے یا کسی اور کے ساتھ بے انصافی ہرگز نہیں ہوئی۔ رسول اللہ نے غنیمت کی تقسیم کے وقت کسی کی حق تلفی نہیں کی۔ آپ نے جو گراں قدر عطیئے بعض بڑے قریش اور بعض سرداران عرب قبائل کو دیئے وہ سب کے سب خمس میں سے دئے تھے جو ریاست کا اپنا تھا۔ اور خمس میں سے عطا و بخشش پر پہلے کبھی کو اعتراض نہیں ہوا تھا۔ اور نہ اُس وقت ہو سکتا تھا۔ خمس نکالنے کے بعد باقی غنیمت آپ نے پوری سپاہ میں مساوی مساوی تقسیم فرما دی۔ اور ہر پیدل سپاہی کے حصے میں چار اونٹ اور چالیس بکریاں آئیں اور ہر سوار نے بارہ اونٹ اور ایک سو بیس بکریاں پائیں۔ عطا و بخشش اس کے علاوہ تھی جو خمس میں سے تھی۔ اس مورخ نے خصوصی حصہ پانے والوں کی فہرست بھی لکھی ہے۔ ان خصوصی حصہ پانے والوں کو خمس سے اٹھارہ سو اونٹ دیئے گئے تھے جبکہ خمس میں اونٹوں کی تعداد چوبیس ہزار تھی۔ رسول اللہ نے یہ خصوصی عطیات ریاست کے خصوصی

اغراض کے پیش نظر ان لوگوں میں بانٹے جن سے اسلام قریب ہونا چاہتا تھا۔ یہ غلط بات تھی کہ رسول اللہ نے انصار کی حق تلفی کی۔

مورخ ابن خلدون نے اس واقعہ کو اس طرح لکھا ہے کہ جب رسول اللہ نے مولفتہ قلوبہم کو عطیات دئے تو انصار نے محسوس کیا کہ انہیں ان جیسے حصے نہیں ملے اسکا شکوہ اُن کے کچھ نوجوانوں نے کیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ یہ گمان بھی کیا کہ اب رسول اللہ کا شہر فتح ہو گیا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ رسول اللہ انہیں چھوڑ کر اپنی قوم سے جا ملیں اس پر آنحضرت نے انہیں جمع کیا اور سمجھایا۔ اسی جعرانہ پر ایک عظیم بات اور بھی ہوئی۔ کہ قبیلہ ہوازن کا ایک گروہ جو بارہ افراد پر مشتمل تھا۔ رسول اللہ کے ایک رضاعی چچا ابو برقان کے ساتھ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اپنے دور کے رشتہ کا حوالہ دیکر آپ سے اپنی عورتوں بچوں اور دوسرے عزیزوں کی واپسی کی اپیل کی اور یہ اپیل اُس وقت ہوئی جب کہ تمام قیدی فاتحین میں بٹ چکے تھے۔ اور ان کی تعداد تقریباً چھ ہزار تھی۔ رسول اللہ نے جب یہ اپیل سُنی تو بے حد متاثر ہوئے اور اپنے ساتھیوں کو ترغیب دلانے کے لئے اعلان فرمایا کہ میں نے اپنے اور بنی عبدالمطلب کے قیدی تمہیں دیدئے۔ باقی کے بارے میں اُن کے سامنے ہی صحابہ سے دریافت فرمایا کیا تمہارے قیدی بھی انہیں دے دئے جائیں۔ یہ سن کر سارے کے سارے مہاجرین اور انصار نے بیک آواز اپنے قیدی رسول اللہ کو سونپ دئے۔ لیکن نئے اسلام لائے ہوئے بنی تمیم۔ بنی فزارہ اور بنی سلیم کے سرداروں الاقرع بن حابس۔ عینیہ بن حصن اور العباس بن مرداس نے اپنے حصے واپس کرنے سے انکار کر کے صورت حال بدل دی۔ جب یہ صورت حال پیدا ہوئی۔ تو آپ نے ایک مختصر سی تقریر فرمائی۔

اور ہوازن کے مسلمان ہونیکو بطور دلیل استعمال کیا ۔ اور ترغیب دلائی کہ اگر کوئی
اپنی خوشی سے قیدی واپس کرنا نہیں چاہتا تو وہ ہمارے اس وعدہ پر اپنے قیدی ہمیں
قرض دیدے کہ ہم اُس کا یہ قرض اُسے پہلی فرصت میں لوٹا دینگے لکھا ہے کہ ان قبائل
کے سرداروں پر اس تقریر کا کوئی اثر نہ ہوا ۔ لیکن ان کے عوام بے حد متاثر ہوئے خصوصاً
بنی سلیم تو یک زبان ہو کر پکار اُٹھے کہ ہم نے اپنے قیدی رسول اللہ کو نذر کر دئیے ۔
بنی سلیم کی اس روش نے العباس بن مرداس اور اُسکے ساتھیوں کی ضد توڑ دی اور
دیکھتے دیکھتے چھ ہزار قیدی عورتیں اور بچے مفتوح بنی ہوازن کو واپس مل گئے ۔ اور اُنہوں
نے بھی چوبیس ہزار اونٹ اور چالیس ہزار بھیڑ بکریوں اور باقی ساز و سامان
کے مقابلہ میں اپنی عورتوں اور بچوں کو ترجیح دی ۔ کہ اُنہیں یہ قیمتی جانیں واپس مل گئیں
اور پھر سارے کے سارے مسلمان ہو گئے ۔ اور وہ دشمنی جو جنگ حنین و اوطاس کا
سبب بنی تھی قطعاً دل سے نکل گئی ۔ اسکے بعد یہاں آپ نے تیرہ دن قیام فرمایا
پھر مکہ تشریف لائے ۔ یہاں آپ نے عمرہ کے مراسم ادا کئے اور اپنی نیابت کا
فریضہ ایک نہایت ہی متقی اور پرہیزگار نوجوان عتاب بن اسید کو سونپ کر
مدینہ کا سفر اختیار کیا ۔ عتاب بن اسید کے ساتھ جناب معاذ بن جبل کو بھی مکہ
میں ٹھہرنے کا حکم دیا ۔ اور ان کے ذمہ مکہ کے نو مسلم قریش کی ذہنی تعلیم و تربیت کی ۔

بنی تمیم کی سرکوبی :- فتح مکہ و حنین کے بعد قریب قریب وسط حجاز کے تمام
آباد کار قبائل اسلام کی قوت و طاقت کے سامنے نہ صرف جھک چکے تھے بلکہ اُن
کی اکثریت اسلام قبول کر چکی تھی اور اسلامی برادری میں شریک ہو گئے تھے ۔ لیکن
چند ہزار ثقیف ابھی تک تذبذب میں مبتلا تھے ۔ رسول اللہ جب مدینہ واپس
تشریف لائے تو ثقیف کے تذبذب کو نظر انداز کر کے اُن قبائل کی طرف متوجہ
ہوئے جن کا راہ راست پر لانا اسلامی مفاد کے لئے ضروری تھا ۔ ان میں بنی تمیم
کو مقدم جانا ۔ اور ان کی سرکوبی کے لئے ایک بزرگ عیینہ بن الحصن کو پچاس

سوار دیکر حکم دیا کہ ارض بنی تمیم کا رخ کریں ۔ عیینہ ان پچاس سواروں کو لیکر روانہ
ہوئے ۔ آپ دن کو چھپتے اور رات کو سفر کرتے ۔ مطلوب قبیلہ بنی تمیم تک پہنچ گئے
اور اچانک اس طرح چھاپہ مارا کہ اُنہیں ان کے آنے کی مطلق خبر نہ ہوئی ۔ اس اچانک
حملہ سے وہ اسقدر گھبرائے کہ کافی تعداد میں ہونیکے باوجود حملہ کر مقابلہ نہ کر سکے اور بہت
سے جانوروں اور بچوں کو چھوڑ کر بھاگ گئے ۔ عیینہ بن الحصن اور اُن کے ساتھیوں نے دشمن کے مویشی
گیارہ مردوں اور گیارہ عورتوں اور تیس بچوں کو گھیر لیا ۔ اور اس کارروائی کو ہی کافی سمجھ کر
مدینہ واپس آ گئے ۔ کچھ دنوں کے بعد ہی بنی تمیم کے کئی رؤسا ایک وفد کی صورت میں
مدینہ آئے اور رسول اللہ سے دوستی و وفاداری کا عہد و پیمان کیا ۔ اس معاہدہ کے صلہ
میں آپ نے اُن کے بچے عورتیں واپس کر دئیے ۔ اس کے بعد آپ نے قطبہ بن عامر کو قبیلہ خثعم
کی سرکوبی کے لئے صرف بیس سوار دیکر روانہ کیا ۔ یہ قبیلہ بیشہ میں تربہ کے قریب
آباد تھا ۔ جب قطبہ بن عامر یہاں پہنچے تو اس قبیلہ والوں سے سخت لڑائی ہوئی آخرکار
قطبہ بن عامر کو فتح نصیب ہوئی اور آپ کامیاب و کامران واپس آئے ۔
ربیع الاول ۹ھ میں الضحاک بن سفیان الکلابی کی قیادت میں سپاہ بنی کلاب کی سرکوبی
کے لئے بھیجی گئی جس سے بنی کلاب کی سرکشی بھی ختم ہو گئی ۔
ربیع الاول ۹ھ میں تین فوجی دستے روانہ کئے گئے ۔ ایک ساحل جابرہ کی جانب
دوسرا ارض طے کی طرف اور تیسرا ارض عذرہ کی سمت ۔ یہ تیسرا دستہ
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی قیادت میں روانہ گیا ۔ یہ دستہ بڑی اہمیت
کا حامل تھا ۔ اسکے سبب اسلام نہ صرف طے میں روشناس ہوا بلکہ
یمن تک پھیل گیا ۔

جنگ تبوک ۹ھ

ماہ رجب المرجب کی کسی ایک تاریخ میں رسول اللہ صلعم کو اطلاع ملی کہ ارض بلقا میں شاہ روم اور اُسکے حلیف عرب قبائل جمع ہو رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ عرب کی حدود کو پائمال کریں اور اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت کو ختم کر کے اپنا سکہ جمائیں۔ جب آپ کو یہ خبر ملی تو آپ نے قریش مکہ اور دوسرے لوگوں کو مدینہ طلب کیا۔ تاکہ اُن سے صلاح مشورہ کیا جائے۔

اس مہینے میں گرمی سخت تھی۔ اِس میں سفر کرنا کچھ آسان نہ تھا۔ یوں بھی صحابہ میں سے اکثر کا دل یہی چاہتا تھا کہ گرمی کے یہ دن گھروں میں یا کسی سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ کر گرمی کے دن گذاریں۔ لیکن جیسے ہی رسول اللہ کی طرف سے یہ منادی کا علم گلی کوچوں سے گذرتا ہوا۔ ثنیتہ الوداع کے اوپر نصب ہوا۔ تو مخلصین میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو اِس عَلَم کے زیر سایہ جمع ہونے کے لئے نہ پہنچا ہو۔ منافقین میں سے بھی کوئی باقی نہ رہا جو اس فوج کا تماشہ دیکھنے نہ آیا ہو یہ فوج مدینہ ہی کی نہیں بلکہ حجاز کی تاریخ کی سب سے بڑی فوج تھی جو اُس وقت کی سب سے بڑی طاقت دولت روما سے ٹکر لینے کے لئے جمع ہو رہی تھی۔

ابن سعد اور القسطلانی نے اِس فوج کی تعداد تیس ہزار لکھی ہے اور سواروں کی تعداد دس ہزار لکھی ہے۔ ایک مورخ ابی زرعہ نے اِس فوج کی تعداد ستر ہزار بتلائی ہے۔ اتنی بڑی سپاہ کے اخراجات سفر معمولی اخراجات نہ تھے اس کے لئے حضور نبی کریم صلعم نے جماعت سے چندہ مانگا۔ لکھا ہے کہ تمام اصحاب نے اِس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ سب سے زیادہ چندہ حضرت عثمان غنی رضہ نے دیا آپ نے ایک ہزار دینار نقد اور باربرداری کے لئے ایک ہزار اونٹ اور ستر گھوڑے دیئے۔ لیکن پھر بھی عسرۃ اور تنگی زیادہ تھی۔ اِس کے باوجود جب سپاہ مدینے سے چلی تو بہت لشکر کا دالیسے تھے جو پیدل چل رہے تھے۔ باقی سب کے لئے سواریاں مہیا ہو گئیں تھیں

اِس سپاہ میں چونکہ بہت سے قبیلے شریک تھے رسول اللہ صلعم نے ہر قبیلے کو اپنا جھنڈا استعمال کرنے کی اجازت دیدی اِسطرح فوج میں بے شمار جھنڈے ہی جھنڈے نظر آ رہے تھے۔ یہ اجازت آپ نے اِس لئے دی تھی۔ کہ جھنڈوں کی کثرت سے فوج کی تعداد زیادہ ظاہر ہو اور دشمن اس کثرت سے متاثر ہو۔ اِس کے بعد آپ نے بمعہ لشکر جرار کے شام کی طرف مراجعت فرمائی۔ اور عام گذرگاہ سے ہٹ کر ایسی راہ اختیار فرمائی جو کم مسافت کی تھی۔ اور ابھی رجب کا مہینہ ختم نہیں ہوا تھا کہ آپ تبوک جا پہونچے جو شام کی سرحد کا ایک مشہور مقام تھا۔ یہاں پہنچ کر آپ نے حضرت خالد بن ولید کو چار سو بیس سپاہیوں کے ہمراہ اکیدر بن عبد الملک کی طرف دومتہ الجندل روانہ کیا۔ اور ایک مکتوب آپ کے نامہ بر دحیتہ بن خلیفہ الکلبی آپ کا لیکر بادشاہ روم کے پاس پہنچے جو اُس وقت حمص میں تھا۔ رسول اللہ صلعم کا یہ مکتوب گرامی پا کر اُس نے اپنے امراء کو طلب کیا اور اُن سے کہا کہ یہ شخص جہاں اترا ہے وہ تمہیں معلوم ہے اُس نے مجھے تین باتوں کی دعوت دی ہے۔ کہ یا تو ہم اُس کے دین میں اُسکا اتباع کر لیں یا اُسے اپنے اموال اور زمینوں کے عوض خراج دیں یا پھر اُس سے لڑیں۔ امام احمد رح اور ابن کثیر فرماتے ہیں کہ جب ہرقل شاہ روم نے رسول اللہ کا یہ مکتوب اپنے امراء کو سنایا تو اُسکے بطارقہ اور دوسرے درباری مشتعل ہو گئے اور چیخے کہ کیا وہ ہمیں دعوت دیتا ہے کہ ہم نصرانیت چھوڑ کر حجاز سے آنے والے ایک اعرابی کے غلام بن جائیں۔ ہرقل شاہ روم نے جب اپنے درباریوں کو یوں چیختے پایا تو اُسے ڈر پیدا ہوا کہ کہیں یہ لوگ باغی نہ ہو جائیں اِس لئے اُس نے اپنی بات کا موضوع ہی بدل ڈالا اور کہا کہ میں نے تمہارے عزم و ثبات کا امتحان لینے کے لئے یہ کہا تھا۔ اِس کے بعد اُس نے اپنا ایک مبصر تبوک روانہ کیا۔ کہ وہ رسول اللہ کی چھاؤنی کا جائزہ لے اور اُن سے ملکر اُن کے ارادے معلوم کرے۔ یہ مبصر تبوک آیا رسول اللہ صلعم سے ملا۔ چھاؤنی کی کیفیت دیکھی۔ اور بہت متاثر ہوا۔ اور جب واپس جا کر ہرقل اور اُس کے درباریوں کو حالات سے آگاہی بخشی تو وہی درباری

جوچند روز بیشتر رسول اللہؐ کا مکتوب سن کر آپے سے باہر ہوگئے تھے مُبقر کی زبانی حالات
سن کر آپے میں آگئے۔ اور کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ سے گریز کیا۔ تبوک کے آس پاس آباد
اہل ایلہ۔ اہل جربا۔ اور اذرح کے لوگوں نے جب حال دیکھا تو رسول اللہؐ کی برتری تسلیم
کرلی۔ اور رومی اقتدار سے ہٹ کر رسول اللہؐ کے باجگزار بن گئے۔ اور اہل ایلہ سے
ایک تحریری معاہدہ ہوا۔ اور اس معاہدے کے ساتھ ساتھ آپ نے اپنی ایک چادر بھی
بطور ضمانت اہل ایلہ کو دی جو بعد میں اُن سے ابوالعباس نے تین سو دینار دیکر خریدی
اس معاہدہ کی رُو سے اہل ایلہ کے لئے جزیہ کی رقم تین سو دینار تھی اور اہل اذرح اور اہل
جربا سے جو معاہدہ ہوا۔ وہ اہل ایلہ کے معاہدہ سے مختلف تھا۔ اور ان دونوں قبیلوں
کے جزیہ کی رقم بھی سو سو دینار مقرر ہوئی۔ بہر حال ہرقل شاہ روم کی خاموشی سے
یہ ضرور ہوا کہ ان مذکورہ قبائل کی بستیوں نے اسلام کی برتری تسلیم کرلی۔
ابن سعد کی ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان بستیوں کے چودھریوں نے اپنی اطاعت
و فرمانبرداری کے پیغام رسول اللہؐ کو خود بھیجے تھے اور اُن سے جو مصالحت ہوئی وہ
انہیں کے پیغامات پر ہوئی۔
رسول اللہؐ نے تبوک کے قیام کے دوران سوائے دومتہ الجندل کے سوا کسی اور شامی بستی
پر چڑھائی نہیں کی اور لڑائی کی آگ کو بلاوجہ بھڑکانا مناسب نہ سمجھا۔ دومتہ الجندل
جس پر حملہ کے لئے رسول اللہؐ نے حضرت خالد بن ولید کو مامور فرمایا تھا۔ بادشاہ روم
کی ایک باجگزار ریاست تھی۔ لیکن اس کا تاجدار اکیدر بن عبدالملک جو نسلاً ایک عرب
خاندان کندہ کا فرد تھا۔ اور اس کی ساری رعایا عرب تھی۔ اس بستی پر بھی رسول اللہؐ
نے باقاعدہ فوج کشی نہیں کی بلکہ یہ ایک قسم کا شب خون تھا۔ جو حضرت خالد
نے ایک چاندنی رات میں جبکہ اکیدر اپنے ساتھیوں کے ساتھ دومتہ الجندل سے
ملحق ایک شکار گاہ میں نیل گاؤ کے شکار میں مصروف تھا۔ کامیاب چھاپہ مارا
حضرت خالدؓ کے سواروں نے اس شکار گاہ کو اس طرح چاروں طرف سے گھیر لیا تھا
کہ اکیدر بڑی کوشش کرنے کے باوجود بھی بچ نہ سکا اور قید ہو گیا۔ اُس کے بھائی
حسان نے مدافعت کی اور وہ مارا گیا۔ حضرت خالد اکیدر کو پکڑ کر اُس کے

قلعے سے ملحق حصار میں لے آئے اور اس شرط پر اُس کی جان بخشی کی کہ
وہ حضرت خالد کے ساتھ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوگا۔ اور دومتہ الجندل
کے دروازے کھول دیگا۔ اور خراج کے طور پر ہر سال دو ہزار اونٹ آٹھ سو
گھوڑے۔ چار سو زرہیں اور چار سو نیزے اسلامی ریاست کو ادا کریگا۔
مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت خالد جب اکیدر کو لیکر رسول اللہؐ کی خدمت اقدس
میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے صرف جزیہ کی ادائیگی پر ہی اُسکی جان بخشی فرمائی اور اسی
بستی کو لوٹنے کی اجازت دیدی۔ اکیدر کے سلسلے میں ایک بات اور لکھی
ہے جسکی کسی مورخ نے تصدیق نہیں اور نہ ہی کسی مورخ کے بیان سے ملتی جلتی
ہے اس لئے اُسے مشتبہ خیال کیا جاتا ہے۔ صرف ایک مورخ البلاذری نے لکھا
ہے کہ اکیدر اور دومتہ الجندل کے تمام باشندے مسلمان ہوگئے تھے اور سب
نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ اور ان لوگوں اور رسول اللہؐ میں جو معاہدہ ہوا۔
اس میں اُن پر وہی شرائط عائد ہوئے جو عام مسلمانوں پر تھے زمینوں اور
اُن کی ملکیتوں پر اُنہیں قابض رہنے دیا گیا صرف عشر کی ادائیگی پر۔
ایک بات قابل ذکر اکیدر کے متعلق اور ہوئی وہ یہ کہ جب خالد نے اکیدر کو
قید کر لیا تو فتح کی نشانی کے طور پر اُس کا شاہی لباس جو دیباج کا
بنا ہوا تھا رسول اللہؐ کی خدمت میں بھجوایا۔ یہ لباس بے انتہا خوبصورت تھا
اور صحابہ کی سادگی کا یہ عالم تھا۔ کہ وہ اس لباس کو ہاتھ ہاتھ لگا لگا کر
دیکھتے اور حیران ہوتے تھے۔ لکھا ہے کہ رسول اللہؐ نے یہاں بیس روز قیام فرمایا
اور اُس کے بعد مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ رومی سلطنت نے
ان بستیوں کے نکل جانے پر کوئی کوئی احتجاج نہیں کیا۔ اور نہ اس بات کو اتنی
اہمیت دی کہ آگے بڑھ کر نبرد آزما ہوتے۔ اسی لئے رسول اللہؐ نے بھی زبردستی لڑائی
مول لینا اچھا نہ جانا اور واپس آگئے

خداوند تعالیٰ کی یہ بہت بڑی مصلحت تھی کہ مدینہ سے تیس چالیس یا ستر ہزار
مسلح سپاہیوں کے ساتھ شام کی سرحد کی طرف بڑھنا اور دنیا کی سب سے
زیادہ مضبوط اور طاقتور حکومت کی پانچ بستیوں پر قبضہ بھی کر لینا اور پھر وہاں بیس
دن تک ڈیرے جمائے رکھنا۔ اور بغیر لڑے اور بغیر کسی آزمائش میں پڑے
واپس آجانا ایک ایسی بات تھی کہ جس نے ساری عرب دنیا کو حیرت میں ڈال
دیا۔ یہ بات عرب دنیا اور اُس کے نواحی مقامات کے لئے معمولی بات نہ تھی
کہ جس نے مخالفین کے دل ہلا کر اور حوصلے پست کر کے رکھ دئے۔ اِس کے دوررس
نتائج جو ظہور میں آئے اُن کا تذکرہ بھی یہاں ضروری ہے۔ مورخین کہتے ہیں
کہ رسول اللہ ابھی تبوک سے اچھی طرح سستا بھی نہ پائے تھے کہ عرب کے
اکناف و اطراف میں بسنے والے اکثر تند مزاج و شعلہ مثال قبائل کے نمائندے
مدینہ کی طرف دوڑ پڑے۔ اِن میں پہلا وفد جو آیا وہ اکابر ثقیف کا تھا
اور چھ بڑے شامل تھے۔ عبد یا لیل اِس کے سرگروہ تھے اور پانچ بنی مالک
اور احلاف میں سے تھے۔ اِن کے نام یہ تھے الحکم بن عمرو بن وہب شرجبیل بن
غیلان۔ عثمان بن ابی العاص اوس بن عوف اور نمیر بن خرشہ۔
اِن چھ بڑوں کے ساتھ ستر افراد اور بھی تھے۔ لکھا ہے کہ اِس وفد کو
رسول اللہ نے مسجد نبوی کے صحن میں خیمہ گاہ قائم کر کے ٹھہرایا خالد بن سعید بن
العاص اُن کے اور رسول کے مابین وکیل بنے جب تک خالد کھانا نہ چکھتے وفد کے
ارکان کھانا نہ کھاتے یہ وفد اسلام قبول کرنے اور رسول اللہ کے آگے سر جھکانے
کے لئے مدینہ آیا تھا۔ مگر اس کے باوجود کئی مراعات کے طلبگار ہوئے۔
مثلاً یہ کہ اُن کے سب سے بڑے معبود کو یعنی لات کو تین سال تک جوں کا توں رہنے
دیا جائے۔ رسول اللہ نے یہ رعایت دینے سے انکار کر دیا تو ان لوگوں نے
نماز سے استثنیٰ چاہا یہ درخواست بھی رد کر دی گئی۔ تو آخر میں ان لوگوں
نے کہا پھر ہمیں بت توڑنے سے معذور سمجھا جائے یہ رعایت انہیں مل گئی۔

بعض مورخ لکھتے ہیں کہ اِس وفد اور رسول اللہ میں ایک ماہ تک اس بات پر تکرار
رہی کہ لات منہدم نہ کیا جائے۔ ایک ماہ تک مسلسل اصرار کرنے کے بعد بالآخر
بلا شرط اسلام قبول کر لیا۔ اُس کے بعد آپ نے مغیرہ بن شعبہ اور ابو سفیان کو اپنا
وکیل بنا کر طائف بھیجا۔ اور اُن کے ذمہ زکوٰۃ کی وصولی اور لات کو توڑنے
کا کام سپرد کیا گیا۔ جناب مغیرہ نے لات کو توڑنے کا شرف حاصل کیا۔
اِس کے بعد دوسرا وفد بنی تمیم کا تھا۔ اِس وفد میں بنی تمیم کے اکابر رجال کے علاوہ
خطبا اور شعرا بھی تھے۔ یہ وفد جب مدینہ آیا۔ تو خطیبوں اور شعرا میں مقابلہ
کے لئے رسول اللہ کو دعوت دی۔ اور کہا کہ آپ اپنے خطیبوں اور شعرا کا کلام
ہمیں سنوائیں اور ہمارے خطیبوں اور شعرا کا کلام خود سماعت فرمائیں۔ رسول اللہ
نے اِس کے لئے ایک عام جلسہ کا اہتمام فرمایا۔ بنی تمیم کی طرف سے عطارد۔ اقرع اور
بن حابس نے مجمع سے خطاب کیا اور شاعر الزبرقان بن بدر نے اپنے اشعار سنائے۔
رسول اللہ نے خطیب کے مقابلہ میں جناب ثابت بن قیس کو کھڑا کیا جنہوں نے بڑا
فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا۔ پھر شاعر حسان بن ثابت اُٹھے اور دو مسجل سنائے
تو بنی تمیم کا پورا وفد پکار اُٹھا۔ بہ خدا اِس شخص کو اللہ کی مدد حاصل ہے
اِس کا خطیب اور شاعر ہمارے خطیبوں اور شاعروں سے اچھے ہیں۔ اِن کی
آوازیں اور کلام دونوں بہت اچھے ہیں۔ اِس اعتراف کے بعد وفد
کے تمام ارکان اسلام لے آئے۔ رسول اللہ نے اِن کو کچھ دنوں مدینہ میں ٹھہرایا
اسلام کے مبادیات سے آگاہ کیا۔ اخلاقی بنیادی امور سمجھائے اور جب
رخصت کیا تو ہر ایک کو زاد راہ عطا فرمایا۔
تیسرا وفد رمضان شریف کے آخر میں ملوک حمیر کے سفیروں کا آیا۔ اور
اِس وفد نے ملوک حمیر کے اسلام لانے کی خبر بھی دی اور اُن کا مکتوب بھی

ساتھ لایا۔ رسول اللہ نے اس وفد کو بھی مدینہ میں ٹھہرایا۔ ضروری تعلیم دی پھر معاذ جبل کو اپنا نائب بنا کر اُسکے ساتھ یمن بھیجا۔ پھر بہرا کا وفد آیا۔ جسمیں تیرہ افراد تھے۔ یہ سب کے سب المقداد بن عمرو کے یہاں مہمان ہوئے اور اسلام لے آئے۔ پھر بنی البکا کا وفد آیا۔ اسکے لیے بنی فزارہ نے اپنا وفد بھیجا۔ عبس اور مرّہ کے وفدوں نے بھی باریابی کا شرف حاصل کیا۔ مرّہ کے وفد میں بھی تیرہ ارکان تھے اِن میں سے ہر ایک نے اسلام سے سعادت پائی۔ اور جب یہ لوگ واپس ہوئے تو آپ نے ہر ایک کو دس دس اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔ عرب کے مشہور حاتم طائی کا بیٹا عدی بن حاتم ایک وفد کی ہمراہی میں رسول اللہ کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ ثعلبہ بن سعد اور سعد بن ہذیم جو قضاعہ میں سے تھے ایک ساتھ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور رسول اللہ نے اُن سے توحید۔ نماز۔ زکواۃ۔ اور حج میں سے ایک ایک کا ذکر الگ الگ کیا۔ اور ہر ایک کی پابندی کا اُن سے اقرار لیا۔ ایک وفد عبدالقیس کا مدینہ آیا۔ ابن کثیر نے بخاری اور امام احمد حنبل سے روایت کیا ہے کہ جب یہ وفد مدینہ آیا تو حضرت عمر فاروق رض نے استقبال کیا۔ اِس وفد کے ارکان بھی تیرہ ہی تھے۔ حضرت فاروق اعظم ان کے رہنما بنے اور انہیں رسول اللہ کی خدمت میں لائے اور حضور کی طرف اشارہ کر کے بتلایا جب اُنہوں نے رسول اللہ کو دیکھا تو سواریوں سے اُتر پڑے اور جلدی جلدی چل کر حاضر خدمت ہوئے اور دست بوسی کی اِسکے بعد رسول اللہ نے انہیں دعائے خیر سے یاد کیا اور اُن کی تعریف کی۔ اسی وفد میں ایک شخص الجارود بن عمرو بن حنش بھی تھا۔ جو پہلے عیسائی تھا۔ جب خدمت اقدس میں پہنچا تو آپ نے اُس پر اسلام پیش کیا۔ تو اُس نے کہا۔ یا محمد انی کنت علی دین وانی تارک دینی لدینک افتضمن لی دینی

اے محمد میں ایک دین کا پابند ہوں۔ میں اپنے دین کو آپ کے دین کے لئے چھوڑ دوں تو کیا آپ

کا دین میرا ضامن بنے گا۔ آنحضرت نے فرمایا۔

نعم انا ضامن ان قد ھداک اللہ الی ما ھو خیر منہ۔

ہاں میں ضامن ہوں کہ اللہ نے تمہیں بہتر دین کی طرف آپنکی ھدایت کی ہے بہر حال یہ شخص ایمان لے آیا۔ اور وفد کے دوسرے ارکان بھی بڑے ذوق شوق سے مسلمان ہوئے۔ اِسکے بعد ثمامہ اور بنی حنیفہ کا وفد مدینہ پہنچا مورخ ابن کثیر کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے ایک جماعت نجد روانہ کی یہ جماعت نجد کے مشہور رئیس ثمامہ بن اثال کو پکڑ کر لے آئی۔ حالانکہ یہ شخص قید میں تھا رسول اللہ نے جب اُس سے پوچھا۔ ما عندک یا ثمامہ ثمامہ تمہارے پاس کیا ہے تو ثمامہ نے جواب دیا کہ اے محمد میرے پاس بہت کچھ ہے۔ اگر آپ نے مجھے مار دیا تو آپ ایک ایسے آدمی کو مارینگے جس کا خون بڑی اہمیت رکھتا ہے اگر آپ مجھ پر احسان کریں تو گویا شاکر پر احسان کرینگے۔ اور اگر آپ کو مال دولت چاہئے تو آپ مجھ سے جتنی دولت چاہئے مانگ لیں۔ چونکہ آپ کو اِس طرح کے جواب کی ضرورت نہ تھی۔ اسلئے آپ نے مزید کوئی گفتگو نہ کی۔ دوسرے دن آپ نے بلا کر وہی سوال کیا۔ اور اُس نے وہی جواب دیا۔ البتہ تیسرے دن ثمامہ کا دل بدل چکا تھا تیسرے روز جب رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پکارتے ہوئے آئے۔ اور جب قریب ہوئے تو یا محمد اِس کرۂ ارض پر آپ کے چہرہ سے زیادہ مجھے کوئی چیز ناپسند نہ تھی۔ اور اب آپ کا چہرہ دنیا کے ہر چہرہ سے زیادہ محبوب نظر آتا ہے اِسی طرح آپ کے دین سے زیادہ ناپسند دین میرے لئے کوئی نہ تھا لیکن اب مجھے اسلام سے بہتر اور بھلا دوسرا کوئی دین نہیں لگتا۔ اِسی وفد کا سرگروہ مسیلمہ کذاب تھا۔ اِس نے تعلی کی اور کہا کہ اگر محمد ص مجھے اپنا جانشین مقرر کر دیں تو میں ان کی اطاعت قبول کر لوں گا۔ اور جب یہ رسول اللہ کے پاس گئے تو اُس وقت آپ کے پاس ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جو ایک درخت کی شاخ تھی۔ آپ نے مسیلمہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اگر تم مجھ سے یہ شاخ بھی مانگو تو میں تمہیں یہ کبھی نہ دوں۔

اور اگر تم نے بغاوت کی تو اللہ تمہیں سمجھ لیگا۔ اتنا کہنے کے بعد آپ نے اپنے
خطیب حضرت ثمامہ کو مسیلمہ کذاب سے بات چیت کے لئے چھوڑا اور خود مسجد
نبوی میں تشریف لے آئے۔ لکھا ہے کہ بنی حنیفہ کے اِس وفد کے ارکان
جب واپس ہوا تو سوائے مسیلمہ کے کوئی بھی بد دل نہ تھا اور سب کے سب
ایمان لا چکے تھے۔ اِس کے بعد جب بھی کبھی یہ قبیلہ یا قبیلہ کے کچھ افراد
حاضر خدمت ہوئے تو مسیلمہ کو چھوڑ گئے ساتھ نہیں لے گئے۔ یہ تمام وفود جن
کا ذکر ہو چکا ہے سنہ ۹ھ کے آخر تک مدینہ آ چکے تھے۔

مورخ لکھتے ہیں کہ سنہ ۱۰ھ میں جو وفد مدینہ آئے۔ وہ یہ ہیں۔ سب سے
پہلا وفد ازد جرش کا آیا پھر ہمدان۔ عبد القیس۔ بنی حنیفہ حضرموت۔
وائل بن حجر۔ محارب۔ الرہاء۔ نجران۔ الصدف۔ عبس۔ خولان
جذام۔ عامر بن صعصعہ۔ اور سب سے آخر میں طے کے وفد نے حاضری
دی۔ بعض مورخوں نے اِس قبیلہ کی حاضری سب سے پہلے بتلائی ہے
اِس قبیلہ کے ساتھ پندرہ رؤسا شریک تھے۔ اور اِس وفد کی قیادت مشہور
دانا زید الخیر نے کی اِس قبیلہ کے مشہور خاندانوں بنی بولان۔ جرم۔ اور
بنی معن کے سردار بھی اِس وفد کے ساتھ آئے تھے۔ زید الخیر کو جناب
رسول اللہ نے زید الخیل کا لقب بخشا اور فید اور ارضین کی جاگیریں عطا کیں
ابن سعد لکھتے ہیں کہ اِس وفد کے ساتھ عدی بن حاتم بھی مدینہ تشریف
لائے تھے۔ جناب رسول اللہؐ نے بڑی خندہ پیشانی سے اِن کا استقبال
کیا۔ اور اپنے گھر لے گئے اور اُن کے لئے پتوں سے بھرا ہوا وسادہ
بچھایا اُس پر انہیں بٹھایا اور آپ خود اُن کے سامنے زمین پر بیٹھ گئے
اور اُسی عالم میں اُس پر اسلام پیش کیا۔ انہوں نے فوراً ہی اسلام
قبول کر لیا۔ رسول اللہؐ نے خوش ہو کر انہیں اِس قبیلہ پر اپنا نائب

یا عامل بنا دیا۔ اِس کے بعد یمن کا ایک قبیلہ تجیب کا ایک وفد آیا جس میں
تیرہ رؤسا شامل تھے۔ یہ سب کے سب جب خدمت اقدس میں آئے تو
اپنے ساتھ اپنے اموال کی زکواۃ اور صدقات بھی ساتھ لائے تھے۔
اور سب کے سب مشرف بہ اسلام ہوئے۔ تجیب کے بعد یمن کے قبیلہ خولان
نے حاضری دی اِس میں بھی دس رؤسا شامل تھے۔ اور یہ سب کے سب
ایمان کی دولت سے مالا مال ہو کر وطن واپس لوٹے اور وطن واپس جا کر اسلام
کے امر و مناہی کی اچھی طرح پابندی کی۔ اِس کے بعد قبیلۂ جعفی کے وفد نے
حاضری دی رسول اللہؐ نے اِن کی بھی بڑی تعظیم کی یہ صرف دو آدمی تھے جو
ماں کی طرف سے بھائی تھے اِن میں سے ایک قیس بن سلمہ کو اُن کے قبیلہ کی
سیادت اور امارت بھی عطا کی اور اِس کا ایک تحریری فرمان بھی عطا کیا۔
پھر یمن کے قبیلے صداء کے پندرہ معتمد اشخاص تشریف لائے اور حلقۂ اسلام
میں داخل ہوئے۔ اور وطن واپس جا کر اسلام کی خوب تبلیغ کی۔

اِس کے بعد قبیلہ مراد کا رئیس فروہ حاضر دربار رسالت ہوا۔ اور عرض کی کہ میرا قبیلہ
مراد ملوک کندہ کی اطاعت سے نکل کر آپ کے تابع ہو گیا ہے۔ آپ مجھے اسلام
سکھایئے تاکہ میں اپنے قبیلہ کو اسلام سکھاؤں۔ چنانچہ آپ نے اُسے سعد بن عبادہؓ
کے سپرد کیا۔ انہوں نے اُسے اپنے یہاں مہمان رکھا۔ اور قرآن اور احکام اسلام کی
تعلیم دی۔ اور جب فروہ وطن واپس جانے لگے تو یہ پہلے رئیس تھے جنہیں رسول اللہؐ
نے زاد راہ کے ساتھ ساتھ خلعت بھی عطا کی۔ اور قبیلہ مراد۔ زبید۔ مذحج
پر اپنا نائب بھی مقرر فرمایا۔

فروہ کے بعد زبید کے کچھ رؤسا مدینہ آئے اور مدینہ کے انصار کے رئیس کا پتہ
پوچھا۔ لوگ انہیں جناب سعد بن عبادہ کے پاس لے آئے جن کے پاس فروہ ٹھہرے تھے

جناب سعدؓ نے ان رؤسا کو بھی بڑے احترام کے ساتھ اپنے یہاں اُتارا۔ اور اُن کی خوب خاطر تواضع کی اور پھر اُنہیں رسول اللہؐ کے حضور باریاب کیا
ان کے بعد الصدف کا وفد مدینہ پہنچا۔ جس میں تیرہ یا چودہ رؤسا شریک تھے یہ سب کے سب پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ ان کا مقصد صرف رسول اللہؐ کی زیارت اور دین برحق سے متعلق آگاہی تھی۔ ان کے بعد جو وفد آیا وہ خشین کا تھا اس قبیلہ کے دو آدمی خیبر کے وقت ہی مسلمان ہو چکے تھے۔ لیکن پورا قبیلہ اُس وقت مسلمان ہوا جب ان کا یہ وفد جو سات آدمیوں پر مشتمل تھا۔ مدینہ آیا اور مشرف بہ اسلام ہو کر وطن واپس لوٹا۔ ان کے بعد یمن کے بنی سعد ہذیم کا وفد آیا جس وقت یہ لوگ آئے رسول اللہؐ ایک جنازہ کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جب حضور جنازہ سے فارغ ہوئے تو ان لوگوں کے متعلق استفسار فرمایا۔ تو ان لوگوں نے اپنا تعارف کرایا۔ اور اسلام قبول کیا۔ یہ لوگ تین دن مدینہ میں ٹھہرے اور ان کی مہمان نوازی کا فریضہ حضرت بلالؓ نے ادا کی۔ جب یہ لوگ واپس لوٹے تو حضورؐ نے انہیں صلے عطا کئے۔ اسکے بعد بلی کا وفد آیا اور یہ تیرہ افراد تھے۔ یہ لوگ کئی روز مدینہ میں ٹھہرے جب واپس ہوئے تو رسول اللہؐ نے انہیں بذات خود الوداع کہا۔ یہ بہت بڑا شرف تھا۔ پھر قبیلہ بہرا کے تیرہ افراد حاضر خدمت ہوئے۔
قبیلہ عذرہ کے متعلق مورخ لکھتے ہیں کہ یہ بارہ افراد کا وفد صفر ۹ھ میں حاضر خدمت ہوا۔ رسول اللہؐ نے انہیں دار رملہ میں ٹھہرایا۔ جو سفیروں کی عمومی قیام گاہ تھی۔ یہ لوگ کئی روز مدینہ میں ٹھہرے اور اسلام سیکھا جب وطن واپس ہوئے تو ان سب کو جوائز عطا ہوا۔ اور ان میں سے ایک کو خلعت بھی پہنائی۔
قبیلہ سلامان کے متعلق بھی مورخ لکھتے ہیں کہ سات افراد پر مشتمل ان کا یہ وفد شوال ۱۰ھ میں آیا اور حضور رسالتمآب نے انہیں سفیروں کی عمومی قیام گاہ میں ٹھہرایا اور رخصتی کے وقت جوائز عطا فرمائے۔ قبیلہ جہینہ کا وفد جو دراصل تبوک سے پہلے خدمت اقدس میں باریابی حاصل کر چکا تھا۔ حاضر ہوا۔ لکھا ہے کہ

کہ قبیلہ سلامان کے بعد قبیلہ جرم کے لوگ آئے مورخوں نے اس وفد کو ازد جرش بھی کہا ہے۔ یہ دس آدمی تھے۔ صرد بن عبداللہ اس وفد کے رئیس تھے یہ پورا وفد فروہ بن عمرو کا مہمان تھا اور دس روز قیام کیا۔ صرد بن عبداللہ بڑے نامور اور مشہور تھے۔ رسول اللہؐ نے انہیں ازدیوں پر اپنا نائب مقرر فرمایا اور اختیار دیا کہ قبیلہ کے غیر مسلم افراد سے لڑیں۔ چنانچہ جناب صرد نے وطن پہنچ کر اس اختیار کو استعمال کیا۔ اور جرش پر حملہ آور ہوئے جہاں کئی مخالف قبائل تھے۔ اور جرش نہایت مضبوط اور ناقابل تسخیر قلعہ تھا تاہم جناب صرد بن عبداللہ نے اسکا محاصرہ کر لیا اور ایک ماہ تک یہ محاصرہ جاری رہا اور جب کوئی کامیابی نہ ہوئی تو آپ نے یہ محاصرہ اُٹھا لیا اور قریبی پہاڑ شکر پر جا ٹھہرے محصور قبائل نے صرد کی پسپائی کو کم ہمتی پر محمول کیا اور شہر کے دروازے کھول کر اُن کی طرف لپکے۔ شکر پہاڑ جو اُس وقت بڑا سرسبز اور شاداب پہاڑ تھا۔ فریقین میں یہاں بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ صرد نے تمام دن لڑنے کے بعد بڑی شاندار فتح پائی۔ اس فتح کے بعد ازد کا ایک نمائندہ وفد جو ممتاز اشخاص پر مشتمل تھا مدینہ آیا۔ قبیلہ ازد یا ازد جرش کے بعد قبیلہ غسان کا ذکر آتا ہے۔
اس کے بعد الحارث یا بلحارث بن کعب کا وفد یمن سے جناب خالد بن ولید کی معیت میں مدینہ آیا۔ ان کے آنے کے بعد یمن کے ہی ایک قبیلہ ہمدان کا ایک وفد آیا۔ یہ لوگ زربفت اور کمخواب کی مطلا پگڑیاں باندھے اور بادشاہوں جیسے جبے کندھوں پر ڈالے تھے یہ لوگ سب کے سب حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔
ان کے الداریین کا وفد آیا یہ قبیلہ بھی یمن کے ممتاز قبیلوں میں سے تھا۔ اس وفد نے رسول اللہؐ کی خدمت میں کئی گھوڑے اور ایک مطلا قبا نذر کی آپ نے یہ قبا حضرت عباسؓ کو دیدی اور گھوڑے مملکت کے اصطبل میں داخل کر دئے۔
ان کے بعد الرہاویین کا وفد آیا یہ قبیلہ بھی یمن کے قبیلہ الرہاؤ میں سے تھا۔

پھر قبیلہ غامد کا وفد مدینہ پہنچا ۔ اور سب سے آخر میں یمن کے قبیلہ بجیلہ کا وفد تھا
یہ سب سے بڑا وفد تھا ۔ یہ سنہ ۱۰ھ میں مدینہ آیا ۔ اِس میں تقریباً ڈیڑھ سو افراد تھے
سب کے پاس عمدہ سواریاں اور نفیس لباس تھے ۔ اِس وفد کے سربراہ جریر بن عبد اللہ
تھے اِنہیں سرکار رسالتمآب نے جھنڈا عطا کیا ۔ اور قبیلہ کے بتوں کو توڑنے کی خدمت سپرد کی
پھر یمن کا قبیلہ خثعم مسلمان ہوا ۔ جریر بن عبد اللہ بجلی اِس قبیلہ کے وفد کو لیکر مدینہ آئے ۔
یمن کے مشہور شہر حضرموت کے باشندوں کا ایک وفد جو اُن کے بادشاہوں کی اولاد
پر مشتمل تھا ۔ اُسی زمانہ میں مدینہ آیا ۔ اور مشرف بہ اسلام ہوا ۔ یہ لوگ ابھی مدینہ ہی میں تھے
کہ حضرموت کا سب سے بڑا سردار وائل بن حجر جسے مورخوں نے وہاں کا بادشاہ بتلایا ہے
مدینہ آیا ۔ جب یہ مدینہ آیا تو رسول اللہ بہت خوش ہوئے لوگوں کو جمع کیا اور جناب معاویہ
بن ابوسفیان کو حکم دیا کہ اُسے حرہ تک لے جائیں ۔ اُس وقت سخت گرمی پڑ رہی تھی
کنکریلی اور پتھریلی زمین تپ رہی تھی ۔ وائل سوار تھا اور جناب معاویہؓ ننگے پاؤں پیدل
چل رہے تھے آپ نے وائل سے اُسکا جوتہ طلب کیا اور کہا کہ وہ یا تو اپنا جوتہ اُنہیں دیدے
تاکہ وہ اُسے پہن کر زمین کی تپش سے محفوظ ہو جائیں یا سواری پر اپنے پیچھے سوار کرلے
لیکن وائل نے دونوں باتوں سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں بادشاہ ہوں اگر تمہیں اپنا جوتہ
دیدوں تو وہ میرے پہننے کے قابل نہ رہیگا ۔ دوسرے یہ کہ میں بادشاہ کی حیثیت سے ایک
عام آدمی کو اپنی سواری پر نہیں بٹھا سکتا ۔ البتہ میری سواری کے زیر سایہ چل سکتے ہو
رسول اللہ نے وائل بن حجر حضرمی کو ایک معاہدہ تحریر کر کے دیا ۔ جس کی رو سے
اُس کے پاس جتنی زمین اور قلعے تھے وہ سب اُسکے پاس رہنے دئے ۔ البتہ اُس
پر عشر عاید کیا تھا ۔ اور اُسے حکم دیا تھا ۔ کہ اپنی رعایا پر ظلم و تشدد نہ کرے ۔
اِنہیں دنوں یمن کے اور قبیلے کندہ ۔ زبید بھی مسلمان ہوئے ۔ اور حضرموت کے باقی
قبیلے بارق ۔ دوس ۔ ثمالہ ۔ اسلم ۔ جذام ۔ اور مہرہ کے وفود بھی آئے ۔
اِن میں مہرہ کے وفد کی حضورؐ نے بڑی تعظیم و تکریم کی ۔ اور ہر ایک کو زاد راہ
بھی دیا ۔ اور ایک تحریر بھی لکھ کر دی ۔ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

مورخ ابن سعد نے مہرہ قبیلہ کے بعد اِن چار قبائل کا ذکر کیا جنکے وفود مدینہ
آئے ۔ ایک وفد یمن کے بادشاہان حمیر کا تھا ۔ دوسرا جلیتان کا تیسرا وفد
السباع کا تھا چوتھا وفد نجران کے عیسائیوں کا ۔ پورے یمن میں صرف یہی
ایک وفد تھا جس نے اسلام قبول کرنے کے بجائے جزیہ دینا منظور کیا ۔
اِس وفد کی آمد کے سلسلے میں دو باتیں قابل ذکر ہیں ایک یہ کہ جناب رسول اللہ
نے حضرت خالد بن ولید کو ربیع الآخر یا جمادی الاول سنہ ۱۰ھ میں نجران کے مشہور
قبیلہ بنی الحارث کی سرکوبی کے لئے مدینہ سے ایک جماعت کے ہمراہ روانہ کیا
گیا ۔ مجاہدین کی یہ جماعت نجران کے مضافات میں آباد جب اِس قبیلہ کے قریب
پہنچی تو حضرت خالد بن ولید نے رسول اللہ کے حکم کے مطابق اِنہیں اسلام کی دعوت
دی اور تین دن تک جواب کے منتظر رہے ۔ چونکہ تین دن تک جواب نہ آنے پر حملہ
کا حکم تھا ۔ لیکن بنی الحارث نے لڑائی پر اسلام لانے کو ترجیح دی اور چند
دنوں کے اندر اندر پورا قبیلہ اسلام میں داخل ہو گیا ۔ مضافات میں آباد اِس
قبیلہ کے اسلام لانے کا اثر نجران کے عیسائیوں پر لازماً پڑنا تھا ۔ دوسرے
جناب رسول اللہ نے نجران کے اسقف کے نام ایک خط لکھا کہ یا تو اسلام قبول کر
لیں یا جزیہ دیں یا پھر جنگ کریں ۔ رسول اللہ کا یہ مکتوب جب نجران کے اسقف
کو ملا ۔ تو پہلے تو وہ بہت زیادہ برہم ہوا ۔ لیکن پھر سوچ سمجھ کر چند داناؤں کو بلوایا
جن میں ہمدان کے سردار شرحبیل ۔ ذی اصبح کے سردار عبد اللہ اور
بنی الحارث کے سردار جبار بن فیض تھے ۔ اِن سب کو رسول اللہ کا مکتوب
پڑھ کر سنایا اور اِن سے رائے لی ۔ مگر اِس مشکل مسئلہ میں کسی نے بھی کوئی
فیصلہ کن رائے نہیں دی ۔ اسقف پر اِن لوگوں کے مشورہ نہ دینے سے کچھ
اِس قدر مایوسی چھائی ۔ کہ اُس نے پورے کنیسوں میں اور صوامع میں آگ
روشن کرنیکا حکم جاری کر دیا ۔ اِس وادی میں یہ رواج تھا کہ جب کوئی

بڑی مصیبت اچانک نازل ہوجاتی تو وہ اپنے کنسیوں میں اسی طرح آگ جلاتے
مورخ لکھتے ہیں کہ اس وادی میں تہتر بستیاں تھیں اور ان میں مجموعی طور پر
ایک لاکھ بیس ہزار لڑاکے رہتے تھے۔ کنسیوں میں آگ جلی تو یہ سب اکٹھے
ہوگئے۔ اسقف نے ان کے اکابر اور اہل الرائے حضرات سے رسول اللہؐ
کے مکتوب کے بارے میں مشورہ کیا۔ دانا اور فہیم لوگوں نے بہ اتفاق رائے اسقف کو یہ
مشورہ دیا کہ پہلے مدینہ ایک وفد بھیج کر صحیح صورت حال معلوم کی جائے۔ چنانچہ اسقف
نے ایک وفد جس میں بعض مورخوں کے نزدیک ساٹھ یا ستر نمائندے شریک تھے
اور بعض کے نزدیک چودہ بڑے سنجیدہ آدمی شریک تھے۔ یہ وفد تین بڑوں
عبداللہ بن شرحبیل بن وداعہ اور جبار بن فیض کی سرکردگی میں روانہ
ہوا۔ اس وفد کی قیادت اور گفتگو کا حق بھی انہیں تین کو حاصل تھا۔ جب یہ
وفد مدینہ پہنچا تو ان لوگوں نے مدینہ میں داخلے سے پہلے ہی اپنے سفری لباس کو
اُتار دیا۔ اور اعلیٰ درجہ کے قیمتی اور بھڑکیلے ملبوسات زیب بدن کئے اور گلوں میں
ہار اور ہاتھوں میں انگوٹھیاں پہنیں۔ اور بڑے ٹھاٹھ باٹھ سے مدینہ میں داخل ہوئے۔
اسقف ابی الحارث کا بھائی کرز سب سے پہلے پہنچا اور باقی لوگ بعد میں آئے اور
مسجد نبوی میں ٹھہرے یہاں ان لوگوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔
اور جب رسول اللہؐ تشریف لائے تو ان لوگوں نے سلام کیا۔ لیکن رسول اللہؐ نے
نہ تو ان لوگوں کی طرف توجہ فرمائی اور نہ ہی سلام کا جواب دیا۔ بلکہ منہ پھیر کر اُٹھ
گئے ان لوگوں نے تمام دن رسول اللہ کے التفات کا انتظار کیا۔ مگر آپ متوجہ نہ ہوئے
وفد کے ارکان نے اس صورت حال سے جناب عثمان بن عفان اور حضرت عبدالرحمٰن بن
عوف کو جنہیں وہ پہلے سے جانتے تھے۔ آگاہ کیا۔ اور اس بے اعتنائی کی شکایت
کی جناب حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اُس وقت آن پہنچے آپ نے یہ شکایت سن کر
مشورہ دیا کہ بھڑکیلے لباس اُتار کر سادہ اور سفری ایسے کپڑے پہن لو۔ پھر بے التفاتی
کی شکایت نہیں کرو گے۔ چنانچہ ان لوگوں نے دوسرے دن سادہ اور سفری ایسے

کپڑے پہنے اور رسول اللہؐ کے حضور حاضر ہوئے۔ سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا
اور اُن سے باتیں کیں۔ اور اُن کے کئی سوالات کے جواب بھی دئے جو انہوں نے
کئے۔ البتہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو انہوں نے پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ
اس کا جواب ہم کل دیں گے۔ دوسرے دن قرآن کی یہ آیات اتر چکی تھیں جو آپ نے
پڑھ کر سنائیں۔ اِنَّ مَثَلَ عِيسٰى عِندَ اللّٰهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ
ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ۝ اَلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِينَ
فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ
اَبْنَاءَنَا وَاَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَاَنفُسَنَا وَاَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ
فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ۝۔ لیکن ان آیات کے سننے پر ان
کی تشفی نہیں ہوئی۔ اور جب تیسرا دن ہوا۔ تو رسول اللہؐ حسنؓ حسینؓ اور
فاطمۃ الزہرا کو ساتھ لئے اُن کے سامنے آئے اور اُن کو مباہلہ کی دعوت دی
مباہلہ کی دعوت نے ان لوگوں پر بڑا اثر کیا اور انہوں نے ایک دن کی مہلت مانگ
کر رسول اللہ کو اپنا حاکم مان لیا۔ پھر آپ نے اُن لوگوں سے ان شرائط پر صلح کر لی
ا۔ یہ کہ وہ دو ہزار حلے ایک ہزار ماہ رجب میں اور ایک ہزار ماہ صفر میں دیا کرینگے
ہر حلہ ایک اوقیہ چاندی کے ہم قیمت ہوگا۔ اس کے علاوہ یمن میں جنگ چھڑ جانیکی
صورت میں اُن پر لازم ہوگا کہ وہ تیس زرہیں، تیس نیزے، تیس اونٹ
اور تیس گھوڑے عاریۃً رسول اللہ کو دینگے۔ اس کے عیوض نجران اور اُس
کے گرد نواح کو اللہ اور محمدؐ النبیؐ کی امان اور ذمہ داری حاصل ہوگی اور یہ
ذمہ داری اُن کی جانوں اُن کے مالوں اُن کی زمینوں اور اُن کی ملتوں اُن
کے موجود اور غیر موجود افراد کو ایک ہی طرح شامل ہوگی۔ اُن کے اسقف راہب
اور واقف اپنے عہدوں اور مناصب سے ہٹائے یا بدلے نہیں جائینگے۔
نجران کا یہ وفد اپنی نوعیت میں اور تمام وفود سے الگ نوعیت کا تھا اور تمام وفود
اظہار اسلام کے لئے مدینہ آئے اور یہ وفد اپنے دین پر قائم رہنے کے منصوبے سے آیا تھا۔

بہرحال جب ۹ھ میں رسول اللہؐ نے شام پر چڑھائی کی اور تبوک میں بیس دن قیام فرما کر جس حوصلہ
اور دلیری کا مظاہرہ کیا۔ اُس سے رومی شامی تو خیر متاثر ہوئے سو ہوئے سارے عرب
میں ایک زبردست تہلکہ مچ گیا اور یہ تمام اثرات اسی دلیری کے تھے کہ ۱۰ھ تک عرب
کے تمام قبائل اسلامی برادری میں شامل ہو گئے۔ بلاشبہ اس وقت دعوت ناموں
اور معاہدوں کا بھی زور تھا۔ اِسی زمانہ میں اُن مکتوبات کا بھی ذکر ہے جو رسول اللہؐ
کی جانب سے عرب سے ملحقہ حدود کی مملکتوں کے بادشاہوں اور قبائل کے نام ارسال
فرمائے۔ یہ سلسلہ صلح حدیبیہ کے وقت سے لیکر آنحضرت کی وفات تک جاری رہا۔

مورخ لکھتے ہیں کہ جب آنحضرت نے اِن بادشاہوں کے نام خطوط لکھنے کا ارادہ ظاہر
فرمایا تو صحابہ میں سے کسی نے مشورہ دیا کہ بادشاہ ایسا کوئی مکتوب نہیں پڑھتے جس
پر مہر ثبت نہ ہو۔ تو رسول اللہؐ نے مہر بنوائی جس پر **محمد رسول اللہ** کندہ تھا
اِس کے بعد آپ نے ایک دن جو محرم ۷ھ کا دن تھا چھ خطوط لکھوائے اور اُسی روز
اپنے چھ نامہ بروں کے سپرد کرکے مختلف اکناف کی طرف روانہ فرمایا۔

پہلا خط جو النجاشی شاہ حبشہ کے نام تھا۔ حضرت عمرو بن اُمیہؓ کے سپرد کیا۔
آپ دو خط اپنے ہمراہ لیکر گئے تھے۔ ایک خط میں تو النجاشی کو اسلام قبول کرنیکی
دعوت دی گئی تھی اور دوسرے خط میں شاہ حبشہ کو تحریر فرمایا تھا کہ اُم حبیبہ بنت ابوسفیان
بیوہ عبیداللہ بن جحش سے رسول اللہؐ کا نکاح کر دے اور حبشہ میں مقیم مسلمانوں
کو مدینہ روانہ کر دے۔ جب النجاشی کو یہ مکتوب ملے تو اُس نے اِن دونوں باتوں پر عمل
کیا۔ سیدہ اُم حبیبہؓ کا نکاح چار سو دینار مہر کے عیوض رسول اللہؐ سے کر دیا اور مہر
کی رقم اپنے پاس سے ادا کر دی۔ اور تمام مسلمانوں کو بڑے احترام کے ساتھ کشتیوں
میں سوار کرا کر عرب کے ساحل کی سمت روانہ کر دیا۔

دوسرا خط قیصر بادشاہ روم کے نام تھا۔ اِس خط کو لیکر جانیکی خدمت جناب حضرت
دحیہ بن خلیفہ الکلبی کے سپرد ہوئی۔ حکم ہوا کہ آپ یہ خط لیکر بصرہ پہنچیں اور

قیصر روم کے نام کا مکتوب حاکم بصرہ کے سپرد کر دیں۔ چنانچہ آپ نے بصرہ پہنچ کر یہ خط
حاکم بصرہ کے سپرد کر دیا۔ رسول اللہؐ کا یہ مکتوب گرامی جب ہرقل شہنشاہ روم
کو حاکم بصرہ کی وساطت سے پہنچا۔ اُس وقت بادشاہ حمص میں خیمہ زن تھا
اور قسطنطنیہ سے پیدل چل کر ایلیا تک ایک نذر پوری کرنے کے سلسلے میں یہاں آیا تھا۔
جب اُسے یہ گرامی نامہ ملا۔ تو اِس سے وہ خاصا متاثر ہوا۔ اور اپنے عمائدین کو
جمع کرکے رائے دی کہ ہم عرب کے نبی پر ایمان لے آئیں تو اچھا ہے کیونکہ یہ بھی جناب
عیسٰی بن مریم جیسے نبی ہیں۔ مورخ لکھتے ہیں کہ جب عمائدین کے بادشاہ کا یہ
فرمان سنا تو صلیبیں اٹھا لیں اور بادشاہ کے خلاف گستاخانہ نعرے مارے
ہرقل اِس صورت حال سے ڈرا تو اُس نے بات بنائی اور کہا کہ میں نے تو تمہیں
آزمانے کے لئے یہ بات کہی تھی۔ میرا مطلب تمہارے دینی ثبات کا امتحان
تھا۔ تم اِس امتحان میں پورے اترے۔ اور تمہارے اِس جوش خروش پر مجھے
بڑی مسرت ہوئی۔ کہتے ہیں کہ اُس وقت ابوسفیان بھی یہیں تھے بادشاہ
نے ابوسفیان کو بلایا اور اُن سے رسول اللہؐ کے متعلق کئی استفسارات کیے۔

ابوسفیان اور شاہ روم ۔ ہرقل۔ یہ نبی نسب کے لحاظ سے تم میں کیسا ہے
ابوسفیان نے جواب دیا کہ اُن کا نسب ہم میں اچھا ہے۔ دوسرا سوال اِن
کے خاندان میں کبھی کوئی اور بھی ایسا ہوا ہے کہ جس نے نبوت کا دعوی کیا ہو
ابوسفیان نے جواب دیا کہ اِن کے خاندان میں کبھی کوئی ایسا نہیں ہوا۔ کہ جس نے نبوت
کا دعوی کیا ہو۔ تیسرا سوال یہ تھا کہ کیا اِن کا کوئی بزرگ تمہارا رئیس تھا
اور تم نے اُس سے ریاست چھین لی اور انہوں نے اب ضرورت سمجھی کہ نبوت
کے ذریعہ یہ ریاست پھر سے حاصل کر لیں۔ ابوسفیان نے کہا کہ ہرگز ایسا نہیں
ہوا۔ چوتھا سوال ہرقل نے پھر پوچھا کہ اُن کے پیروکاروں میں کون لوگ
ہیں۔ ابوسفیان نے جواب دیا۔ نئے نئے لوگ ہیں کمزور اور مساکین ہیں۔
ہرقل نے پانچواں سوال پھر کیا کہ کیا اِن کے پیروکار اِن سے محبت کرتے ہیں اور کیا

اِن کا احترام ملحوظ رکھتے ہیں - یا کچھ دن ساتھ رہ کر مرتد ہو جاتے ہیں - ابوسفیان نے جواب دیا - کہ اُن کے پیرو کار اُن سے والہانہ محبت کرتے ہیں - اور ایک دفعہ اُن کے ساتھ ہونے کے بعد اُن سے الگ نہیں ہوتے - ہرقل نے چھٹا سوال پوچھا کہ تمہارے اور اُن کے درمیان کبھی لڑائی ہوئی اگر ہوئی تو اُس کا نتیجہ کیا رہا۔ ابوسفیان نے جواب دیا کہ ہمارے اور اُن کے درمیان کئی بار جنگ ہوئی اور ان جنگوں میں کبھی وہ جیتے اور کبھی ہم - آخری سوال جو ہرقل نے کیا وہ یہ تھا کہ کیا یہ نبی معاہدہ کرنے کے بعد اُس کے پابند ہوتے ہیں یا توڑ دیتے ہیں - ابوسفیان نے جواب دیا کہ وہ وعدوں کا ایفا کرتے ہیں اور دھوکہ نہیں کرتے اور نہ ہی کسی معاہدہ کو کبھی توڑتے ہیں - مورخ لکھتے ہیں کہ اس کے بعد ہرقل نے اپنا تبصرہ کیا۔ کہ نبیوں کے نسب ہمیشہ اُن کے قبیلوں میں اچھے ہوتے ہیں تمہارے بیان کے مطابق تمہارے نبی کا نسب بھی اچھا ہے - دوسرے یہ کہ اِن کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ بھی نہیں ہوا - اور نہ اُن کے خاندان سے بادشاہت چھنی کہ وہ سرداری کے حصول کے لئے یہ سبیل سوچتے - تم نے بیان کیا کہ وہ دھوکے باز یا معاہدہ توڑنے والا بھی نہیں - اُن کے پیرو کار مرتد بھی نہیں ہوتے دراصل جب ایمان کی حرارت دلوں میں گھر کر لیتی ہے تو پھر لوگ اپنے ہادی سے دور نہیں بھاگتے - میں نے پوچھا تھا کہ جنگ کے وقت نتائج کس طرح رونما ہوئے تم نے جواب دیا کہ کبھی وہ جیتے اور کبھی ہم میرے خیال کے مطابق بالآخر جیت اُنہیں کی ہوگی کیونکہ انبیاء کو ہمیشہ آخرکار جیت ہی ہوئی ہے - مجھے یقین ہے کہ اگر تم نے جھوٹ نہیں بولا - تو وہ ضرور یہاں تک آ پہونچیں گے جہاں اِس وقت میں ہوں - میری خواہش تھی کہ میں اُن کے پاس ہوتا تو اُن کے پاؤں دھوتا -

مورخ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جب ہرقل اور ابوسفیان میں یہ گفتگو ہو چکی تو پھر رسول اللہؐ کا گرامی نامہ پڑھا گیا - الفاظ یہ تھے -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ - مِنْ مُحَمَّدٍ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ -

اِلٰی ھِرَقْلَ عَظِیْمِ الرُّوْمِ - سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی -

اَمَّا بَعْد - فَاِنِّیْ اَدْعُوْکَ - بِدِعَایَۃِ الْاِسْلَام - اَسْلِمْ تَسْلَمْ یُؤْتِکَ اللّٰہُ اَجْرَکَ - مَرَّتَیْنِ فَاِنْ تَوَلَّیْتَ فَاِنَّ عَلَیْکَ اِثْمَ الْاَرِیْسِیِّیْنَ - یَا اَھْلَ الْکِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَنْ لَا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا - بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ - الطبری اور ابن کثیر نے تحریر کیا ہے - کہ ہرقل نے رسول اللہ کا مکتوب گرامی سننے کے بعد وحیہ سے علیحدگی میں گفتگو کی اور کہا - کہ خدا میں جانتا ہوں کہ تمہارے صاحب اللہ کے سچے نبی ہیں اور یہ وہی ہیں - جن کے ہم منتظر تھے - اور ان کا ذکر ہماری کتابوں میں موجود ہے - لیکن میں رومیوں سے ڈرتا ہوں - اگر یہ ڈر نہ ہوتا تو میں تمہارے نبی کا پیرو کار بن جاتا - رسول اللہؐ کے تیسرے قاصد عبداللہ بن خذافہ ہیں جو آپ کا مکتوب گرامی لیکر ایران کے ساسانی بادشاہ کسریٰ کے پاس گئے - مورخ ابن کثیر حضرت امام بخاری کے حوالہ سے تحریر کرتے ہیں کہ یہ تیسرا خط عبداللہ بن خذافہ کے بجائے شجاع بن وہب لیکر گئے تھے - اور وہ خود فرماتے ہیں کہ اُنہوں نے یہ خط کسریٰ کے دربار عام میں حاضر ہو کر اپنے ہاتھ سے یہ خط بادشاہ کو پہنچایا تھا - اور اُس کے ایک الحمیری کاتب نے اُسے پڑھ کر سنایا - اور اُس نے پہلے ہی الفاظ سن کر انتہائی غضب میں یہ خط کاتب کے ہاتھ سے لیکر پھاڑ دیا اور شجاع کو دربار سے نکال دیا - مورخ لکھتے ہیں کہ بادشاہ نے گرامی نامہ پھاڑتے وقت تعلی کی تھی اور کہا کہ وہ میرا غلام ہو کر یوں مخاطب کرتا ہے - لکھا ہے کہ جب شجاع مدینہ لوٹ کر آئے تو تمام صورت حال سے رسول اللہؐ کو آگاہ کیا - تو آپ نے کسریٰ کے لئے بددعا کی اور فرمایا کہ اے اللہ اس کی سلطنت کو چاک کر دے - کسریٰ نے رسول اللہ کے نامہ بر کو دربار سے نکلوانے کے بعد یمن کے عامل باذام کو حکم بھیجا کہ محمدؐ کو پکڑوا کر ہمارے پاس بھیجدو،

باذام نے اِس حکم کی تعمیل میں دو آدمی مدینہ روانہ کئے اور رسول اللہؐ کو کسریٰ کے دربار میں حاضری کا حکم دیا۔ یہ آدمی ابھی مدینہ ہی میں تھے کہ آپ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ کسریٰ کی ہلاکت کی خبر دی۔ اور آپ نے اِن دونوں آدمیوں کو بادشاہ قتل ہونیکی خبر سنائی اور بتلایا کہ تم جس بادشاہ کی طرف سے میری حاضری کا حکم لائے تھے وہ اپنے بیٹے شیرویہ کے ہاتھوں قتل ہو گیا ہے۔ نامہ بر بے حد متاثر ہوئے اور یمن واپس آ کر رسول اللہؐ کی اِس پیشینگوئی سے باذام یا باذان کو آگاہ کیا۔ باذام یہ پیش گوئی سن کر بے حد متاثر ہوا۔ اور متعجب بھی کہ اُسی روز المدائن سے ایک سرکاری ایلچی آیا۔ اور اُس نے رسول اللہؐ کی پیش گوئی کی تائید کی اِس تائید سے باذام کا ذہن رسول اللہؐ کی طرف پلٹا اور فوراً ہی اُس نے اور اُسکے درباریوں اور بہادریں نے رسول اللہؐ کو اللہ کا سچا نبی مان لیا۔

چوتھا مکتوب جو اسکندریہ کے قبطی فرمانروا مقوقس کے نام تھا اور یہ خط جناب حاطب بن بلتعہ اللخمی کے سپرد کیا گیا کہ وہ لیکر اسکندریہ جائیں چنانچہ جب حاطب یہ نامہ لیکر اسکندریہ پہونچے تو مقوقس نے اِن کی بڑی شاندار مہمانوازی کی مقوقس گو اسلام نہیں لایا تھا۔ لیکن اُس نے رسول اللہؐ کے خط کے جواب میں ایک دوستانہ خط لکھا۔ اور چار خوبصورت باندیاں اور ایک خچر تحفتہً بھیجیں۔

رسول اللہؐ کا پانچواں مکتوب الحارث والیٔ دمشق کے نام تھا الحارث کو جب یہ مکتوب ملا تو پہلے تو وہ اُسے پڑھکر سخت برہم ہوا اور بڑے غیض و غضب کا اظہار کیا یہاں تک برہمی کا مظاہرہ کیا کہ مدینہ پر چڑھائی کا بھی حکم دیدیا۔ اور جب چڑھائی کی رسمی اجازت بادشاہ روم سے مانگی جس کا وہ نائب تھا تو بادشاہ کی طرف سے اجازت نہ ملی تو بڑا پشیمان ہوا۔ اور رسول اللہؐ کے نامہ بر کو سو دینار اور خلعت دیکر رخصت کیا اور رسول اللہؐ کی خدمت اقدس میں سلام بھیج کر بات ختم کر دی۔

رسول اللہؐ کا چھٹا مکتوب الہوذہ بن علی حنفی کے تھا۔ یہ الیمامہ کا مالک اور قبیلہ بنی حنیفہ کا سردار تھا۔ اِس نے بھی مقوقس کی طرح نامہ بر کا احترام کیا اور بڑے قیمتی تحائف خط

خط کے جواب میں بھجوا کر بات ٹال دی۔ اِن خطوط کے علاوہ ہر ممتاز سردار اور قبیلہ کو آپ نے اسلام کی دعوت دی۔ اور اِن میں سے اکثر لوگوں نے رسول اللہؐ کی دعوت کو جلد یا بہ دیر قبول کر لیا۔ حضرت عمرو بن العاص کو ۸ھ میں عمان کے دو شہزادوں جیفر اور عبد کے پاس ایک مکتوب دیکر روانہ کیا۔ جب یہ مکتوب اِن شہزادوں کو ملا۔ تو انہوں نے کچھ دن غور و فکر کرنے کے بعد رسول اللہؐ کی یہ دعوت قبول کر لی۔ اور نہ صرف اسلام لے آئے بلکہ عمان کی حکومت اور سیادت عمرو بن عاص کو سونپ دی۔ حضرت عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ اِن دونوں نے اسلام لانے کے بعد حکومت اور زکواۃ کا کام میرے ذمہ کر دیا اور خود مخالفین کی طرح میرے مددگار رہے۔ میں امیروں سے زکواۃ وصول کرتا اور غریبوں میں بانٹ دیتا۔ اِس منصب پر میں رسول اللہؐ کے وصال تک فائز رہا۔

بحرین کے حاکم المنذر بن سادی العبدی کو بھی اسلام کی دعوت اُسی وقت دی گئی جب اِن دونوں شہزادوں کو یاد کیا گیا تھا۔ علا الحضرمی یہ دعوت نامہ لیکر گئے تھے جب یہ دعوت نامہ المنذر کو ملا تو اُسی وقت اسلام قبول کر لیا۔ اور رسول اللہؐ کے مکتوب کا جواب اسطرح لکھا۔ میں نے آپ کا مکتوب گرامی اہل حجر کو پڑھکر سنایا۔ اِن میں سے کچھ تو اسلام لے آئے اور کچھ نے ابھی اسلام اختیار نہیں کیا۔ اور وہ لوگ اسلام کو اچھا نہیں سمجھتے میرے علاقہ میں کچھ مجوسی اور یہودی بھی ہیں آپ مجھے تحریر فرمائیں کہ اِن کے بارے میں کیا رویہ اختیار کروں۔ اِس خط کے جواب میں دربار نبوی سے المنذر کے لئے یہ فرمان جاری ہوا کہ آپ اپنے منصب پر فائز رہیں اور یہودی اور مجوسی اگر اپنے دین پر قائم رہنا چاہتے ہیں تو جزیہ ادا کریں۔ اِسی مضمون کے فرمان یہود اور مجوسیوں کے نام بھیجے گئے۔ یمنی اکابرین کو بھی اِسی قسم کے دعوت نامے ارسال کئے گئے۔ اِن میں الحارث بن عبد کلال۔ شریح بن عبد کلال۔ نعیم بن عبد کلال۔ نعمان قیل ذی یزن۔ معافر و ہمدان اور زرعہ ذی رعین یہ سب یمن کے پہلے بادشاہوں کی اولاد میں سے تھے اِن کے یمن کے کندہ خاندان کے بنو معاویہ اور حمیر کے بنی عمرو۔ ذی الکلاع حمیری۔ ابرہہ کے بیٹے معدی کرب اور بنی الحارث کے اسقف اعظم حضرموت کے ربیعہ بن ذی مرحب الحضرمی۔ اور شام کے غسانی باج گذار بادشاہ جبلہ بن الایہم شامل ہیں اِسی قسم کی ایک طویل فہرست ہے جنکو یہ دعوت نامے بھیجے گئے۔

ان میں بہت سے سردار اور جاگیردار ایسے تھے جنہیں اُن کی زمینوں اور املاک پر قابض رہنے کی ضمانتیں بھی دی گئیں۔ اور جن جن کو دعوت نامے بھیجے گئے اُن تمام قبائل اور سرداروں یا بادشاہوں کے وفود بھی دربار نبوی میں آئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے اِس کے علاوہ جن لوگوں نے اسلام قبول نہیں کیا اُنہوں نے اسلام کی برتری کو ضرور تسلیم کرلیا۔ اور بہتوں نے جزیہ دینا بھی منظور کرلیا۔

مورخ لکھتے ہیں کہ صنعا۔ عمان۔ بحرین۔ الیمامہ اور الحجاز۔ اور یمن میں رسول اللہ کا ہی حکم چلتا اور آپ کی طرف سے مختلف مقامات میں آپ کے نائبین جو آپ کی طرف سے مقرر ہوتے نگرانی کے فرائض انجام دیتے تھے۔ مثلاً یمن پر باذان رسول اللہ کے نائب تھے۔ اور حجۃ الوداع کے وقت تک آپ نائب کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اور جب آپ حجۃ الوداع سے واپس لوٹے تو باذان کی موت کی خبر ملی۔ اُس کے بعد آپ نے یمن کو بارہ نائبین پر تقسیم کردیا۔

تاریخ نے خصوصیت سے الاسود العنسی اور مسیلمہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ان دونوں اور بنی اسد کے طلحہ نے متوازی حکومتیں قائم کرلی تھیں اور یمن کے اکثر حصے اور الیمامہ اسلامی دائرہ سے خارج ہوگئے تھے۔ لیکن اس کے باوجود اسلام ہی غالب تھا

مسیلمہ کذاب وہی شخص ہے جو بنو حنیفہ کے وفد کے ساتھ مدینہ آیا تھا۔ اس نے یمامہ واپس جاکر رسول اللہؐ کو ایک خط لکھا تھا۔ جس کا مضمون کچھ اس طرح تھا۔

مسیلمہ اللہ کے رسول کی طرف سے محمد رسول اللہؐ کے نام۔ میں بھی امر نبوت میں تمہارا شریک ہوں آدھی زمین ہماری ہے اور آدھی قریش کی۔ لیکن قریش عدل کے عادی نہیں۔

جناب رسول اللہؐ نے اس کے جواب میں اُسے جھوٹا ثابت کیا اور ساتھ ہی اُسے متنبہ کیا کہ زمین اللہ کی ملکیت ہے وہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے اُس کا وارث بناتا ہے اور انجام کار متقین سرخرو ہوتے ہیں۔

لکھا ہے کہ مسیلمہ کا خط لیکر جو قاصد آئے تھے رسول اللہؐ نے اُن سے اظہار ناراضگی فرمایا۔ اور فرمایا کہ اگر پیغامبروں کا قتل جائز ہوتا تو تم دونوں کو قتل کردیا جاتا۔

بہرحال پورے عرب میں سوائے مسیلمہ کذاب اور الاسود العنسی کے اور کسی کو یہ ہمت نہ ہوئی کہ وہ اسلام کی سربلندی سے انحراف کرتا۔ اور گستاخی کی سزا عنسی کو تو سنہ ۱۰ھ کے

اختتام سے پہلے اُسے مل گئی۔ البتہ مسیلمہ کذاب اور طلحہ کی مزاج پرسی رسول اللہؐ کے وصال کے بعد ہوئی۔

حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ

مورخ لکھتے ہیں کہ عرب قبائل کے وفود کی آمد کا آغاز رمضان سنہ ۹ھ سے ہوا۔ اور یہ سلسلہ چودہ مہینہ تک جاری رہا۔ اِس مدت میں عرب کے اکثر قبائل اسلام قبول کرچکے تھے۔ اور ان کے وفود بھی آتے رہے۔ لیکن ان کی آمد فرداً فرداً تھی۔ اب ضرورت اس امر کی تھی کہ اِس وقت تک اسلام قبول کرنے والے سارے قبائل نہ سہی اُن کے نمائندے اور اشراف ایک جگہ پر مجتمع ہوں تاکہ ایک دوسرے سے متعارف ہونے کے ساتھ ساتھ ضروری اور مجلسی معاملات میں اسلامی نظریات سے آگاہ ہوجائیں۔

اس ضرورت کے پیش نظر رسول اللہؐ نے ذی القعدہ سنہ ۱۰ھ میں حج بیت اللہ کا ارادہ فرمایا اور تمام قبائل کے نمائندوں کو اپنے ہمسفر ہونے کی دعوت دی۔ چنانچہ آپ کی اس دعوت پر تمام قبائل کے نمائندے چوبیس ذلقعد تک مدینہ آن پہونچے۔

مورخین ان لوگوں کی تعداد نوّے ہزار اور بعض ایک لاکھ تیرہ ہزار بتلاتے ہیں۔ بہرحال عرب کی تاریخ میں یہ بہت بڑا اجتماع تھا اس سے پہلے کسی تاریخ میں کسی تحریک بانی یا کسی مذہب کے داعی کو یہ سعادت نصیب نہیں ہوئی کہ وہ اتنے بڑے اجتماع کا نمائندہ بنے۔ القصہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا یہ سفر پچیس ذلقعد سنہ ۱۰ھ کو ظہر کی نماز سے قبل شروع کیا اور ذوالحلیفہ میں پہنچ کر نماز ظہر پڑھائی پھر اپنی سواری پر سوار ہوئے اور البیدا کے متوازی پہنچ کر انتہائی بلند آواز سے پکارے

لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ۔ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ۔ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ لَبَّیْکَ۔ اَلْمُلْکُ لَکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ۔

بلاشبہ یہ نعرہ اللہ بزرگ و برتر کے حضور حاضر ہونیکا اعلان تھا۔ اِس اعلان کو آپ کے ہمسفر ساتھیوں نے گوش ہوش سے سنا اور ایک بار نہیں سفر میں پورے آٹھ دن تک متواتر اور مسلسل دہراتے رہے ہر وادی ہر موڑ۔ ہر اونچائی اور ہر پستی نے اس اعلان کو سنا۔ اور اس کی افادیت ملاحظہ ہو کہ آج تک جاری ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان نے ایک لاکھ تیرہ ہزار ساتھیوں کو یہ
تعلیم بھی دی۔ کہ پروردگار عزیز و برتر جس کے حضور وہ حاضر ہو رہے ہیں۔
اکیلا ہے۔ اُس کا کوئی شریک نہیں۔ ہر حمد۔ ہر تعریف اور ہر نعمت اُسی کو
سزاوار ہے۔ اور اس کائنات پر وہی اکیلا حکومت کرتا ہے۔
ان آٹھ دن کے اس سفر میں اپنے ساتھیوں کو پانچ بار نماز کے لئے جمع کر کے
خدائے واحد کے سامنے جھکنے کے انداز سمجھائے۔ اور بتلایا کہ خدا کے حضور
حاضری کے وقت وہ سب ایک جیسے ہیں جماعتی زندگی میں اُن کی حیثیت
ایک جیسی ہے۔ امیروں اور غریبوں سب کے لئے زندگی کی حدود ایک
جیسی ہیں۔ زندگی میں ہم رنگی پیدا کرنے کے لئے آپ ذوالحلیفہ کے مقام پر ٹھہرے
اور جو لباس خود زیب بدن فرمایا۔ وہی لباس اپنے ہر ساتھی کو پہننے کی
ہدایت فرمائی۔ اور لباس اور حرکات و سکنات کی یہ یکرنگی عرفات کے
دن تک قائم رہی۔ مرالظہران تک سفر جو آٹھ دن کی مسافت کا تھا۔ رسول اللہ ص
نے اس میں زندگی کے وہ تمام طریقے جو قرآن اور سنت کے مطابق ہیں اس اجتماع
عظیم کو سمجھائے بتائے اور اُن پر عمل کرایا۔ عبادت کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی اور
اُس کے طریقے بتلائے۔ انسانی زندگی کی کوئی بات خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی
باقی نہیں چھوڑی عرفات کے دن وہ عظیم خطبہ ارشاد فرمایا۔ جو ہمارے محدثین
اور مورخین کے نزدیک بڑا ہی موثر۔ جامع اور مانع خطاب تھا۔
ترجمہ یہ ہے۔ اے لوگو! میری طرف متوجہ ہو۔ اور میری بات غور سے سنو۔ شاید
کہ میں اس سال کے بعد تم لوگوں سے اس جگہ نہ مل سکوں۔
اے لوگو! تمہارے خون تمہارے مال۔ تمہارے مفاد قیامت کے دن تک جب کہ
تم اپنے رب سے ملو۔ تم پر بالکل اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارا یہ دن اور تمہارا یہ مہینہ
تم پر حرام ہے۔ تم اپنے رب کے حضور جب حاضر ہو گے۔ تو وہ تم سے تمہارے اعمال کی۔
باز پرس کریگا۔ جس کسی کے پاس کسی ساتھی کی کوئی امانت ہے تو وہ اُسے لوٹا دے
اور اگر تم نے کوئی روپیہ کسی کو سود پر دیا ہے تو سود آج سے منسوخ ہے تمہیں صرف
تمہاری اصل رقم لوٹائی جائیں گی۔ کہ نہ تم کسی پر زیادتی کرو۔ اور نہ تم پر زیادتی کی جائے

خدا کا فیصلہ یہی ہے کہ سود نہ لیا جائے۔ عباس کا سود بھی آج کے دن سارے کا سارا
معاف ہوا۔ یاد رکھو جاہلیت کے زمانہ کے خون بھی معاف کر دئیے گئے۔ ان خونوں
میں معافی کی پہل ربیعہ بن الحرث بن عبدالمطلب کے خون سے کی جاتی ہے میں اُس
خون کو معاف کرتا ہوں۔ اس کے بعد فرمایا۔ کہ اے لوگو! تمہارے اس ملک
میں شیطان اپنی پرستش سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مایوس ہو چکا ہے۔ البتہ
دوسری باتوں میں اُس کی پیروی یہاں ضرور ہوگی۔ اور وہ اس پیروی کو
کافی سمجھ بیٹھا ہے۔ خدارا اپنے اعمال کا محاسبہ کرو۔ اور اُسے خوش ہونے
کا موقعہ نہ دو۔ خصوصیت سے دین کے معاملہ میں اس سے دور دور رہو۔
اے لوگو! انسیان کفر میں اضافہ کا موجب بھی بنتا ہے اس کے سبب
وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہے۔ گمراہ ہوئے تھے۔ وہ ایک سال کو حلال قرار دیتے
اور دوسرے کو حرام۔ تاکہ اللہ کی قائم کردہ حرمت کو مشتبہ بنا دیں۔ پھر اللہ کی حرام
کردہ چیز کو حلال کریں۔ اور اللہ کی حلال کردہ شے کو حرام کر دیں۔ وقت گھومتا رہتا
ہے۔ لوٹ لوٹ کر آتا ہے۔ جیسے کہ وہ دن لوٹتا ہے۔ جب اللہ نے زمین و آسمان
پیدا کئے۔ یاد رکھو اللہ کے نزدیک ایک سال میں بارہ مہینے ہیں جس میں چار حرمت
والے ہیں۔ ان میں تین پے درپے ہیں۔ ایک رجب ہے جو شعبان اور جمادی
کے مابین ہے۔ اس کے بعد اے لوگو۔ یاد رکھو۔ تمہارا عورتوں پر حق ہے
اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔ تمہارا حق اُن پر یہ ہے۔ کہ وہ تمہارے فرش پر
کسی ایسے آدمی کو نہ بٹھائیں جسے تم ناپسند کرتے ہو۔ یہ کہ وہ کھلی ہوئی برائی
کا ارتکاب نہ کریں۔ اور اگر کریں تو پروردگار نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم
اُن کی خوابگاہوں میں اُنہیں نظر بند کر دو۔ اور اُنہیں اتنی سزا دو۔ جو کڑی
نہ ہو۔ اگر وہ اس سزا پر اپنا آپ روک لیں اور اپنی اصلاح کر لیں
تو اُن کو اچھی طرح کھلاؤ اور پہناؤ۔ عورتوں کے بارے میں تمہیں اچھے سلوک
کی ہدایت کی گئی ہے۔ وہ تمہارے بھروسہ پر تمہارے پاس رکھی گئی ہیں۔ اُن کا
اپنا کچھ نہیں ہے۔ تم نے اُنہیں اللہ کو ضمانت میں رکھ کر حاصل کیا ہے اور تم نے

خدا کا نام لیکر اُن کی شترگاہ کو اپنے اوپر حلال کیا ہے۔
اے لوگو عقل سے کام لو۔ اور میری بات سنو۔ میں نے تم تک پہنچا دی ہے
اور تم میں اعتصام کے لئے کتاب اللہ اور اپنا اسلوب چھوڑ چلا ہوں۔ اگر
اس کی پیروی کروگے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔

اے لوگو! میری بات سنو اور جان لو۔ ہر مسلمان دوسرے کا بھائی ہے اور سارے
مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کسی ایک کا مال دوسرے پر جائز نہیں ہے البتہ
اگر کوئی اپنی خوشی سے کچھ دیدے۔ آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرو۔
اور فرمایا۔ کیا میں نے تمہیں یہ باتیں پہنچا دیں۔ کیا میں نے تمہیں یہ باتیں پہنچا دیں۔

مورخ ابن ہشام اور ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ رسول نے عرفہ کے دن یہ بھی فرمایا تھا
اے لوگو! اللہ نے ہر حقدار کا حق متعین کر دیا ہے۔ اس لئے وارث کے لئے
وصیت جائز نہیں۔ اور اولاد صاحب بستہ کی ہے۔ اور بدکار محروم ہے جس نے
اپنے باپ کے سوا کسی اور سے نسب جوڑا یا اصل موالی کو چھوڑ کر کسی اور سے
ولد کا رشتہ گانٹھا اُس پر اللہ کی لعنت ہے۔

مورخ ابن سعد نے اس خطاب عام میں یہ اضافہ بھی کیا ہے۔ کہ تمہارے غلام
تمہارے غلام ہیں جو خود کھاتے ہو۔ اُنہیں کھلاؤ جو خود پہنتے ہو اُنہیں
پہناؤ۔ اگر اُن سے کوئی لغزش ہو جائے تو درگذر کر دو اور اگر اس
لغزش کو درگذر نہ کر سکو تو اللہ کے بندوں کو دوسروں کے حوالے کر دو
مگر اُنہیں عذاب نہ دو۔ - - - - جناب رسول اللہ نے اس بڑے اور عظیم
اجتماع میں ایک اچھے معاشرے کی تخلیق کے لئے جو اُمور بنیاد کی حیثیت
رکھتے ہیں اُن میں سے کسی کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ سب کے سب بتلائے اور
یہ عرب جنکا معاشرہ خونریزی۔ سفاکی۔ خود غرضی اور اسی طرح کی لاتعداد
برائیوں کا شکار تھا۔ انسانی خون بہانا۔ لوٹ مار کرنا۔ ایک دوسرے کا مال
غصب کرنا۔ سود لینا۔ عورتوں کو حقیر جاننا۔ غلاموں سے بدسلوکی کرنا۔
ان تمام جرائم کی اصلاح کے لئے جو بھی ضروری تھا۔ بتلایا۔ چونکہ یہ وقت
مکمل تفصیل کا نہ تھا۔ وقت بھی بہت کم تھا اشرف الناس کو اپنے گھروں سے

نکلے کافی دن ہو چکے تھے۔ اور تمام تقاریب بھی اختتام پر تھیں۔ اس لئے آپ نے
مختصراً ہی ان تمام برائیوں کے مضمرات بیان کر کے تفصیل فرصت کے لئے چھوڑ دی۔
تاریخ اور حدیث نے بہت ہی کھل کر اس عظیم معاشرہ کی جزئیات دہرائی
ہیں جس کی تخلیق رسول اللہ نے تیئس سالہ جد و جہد کے بعد کی تھی
بہرحال رسول اللہ کا حجۃ الوداع جہاں ایک بڑی مذہبی تقریب کی حیثیت
رکھتا ہے وہاں وہ ایک مثالی اجتماع بھی تھا۔ اور اس کی بنیادی
غرض یہی تھی کہ اسلام لانے والے سارے لوگ ایک ہو جائیں اور ایک
دوسرے سے متعارف ہوں اور اسلامی اصولوں سے باخبر ہو جائیں۔
عرفات کے دن جب آپ نے سب لوگوں کو اسلام کی بنیادی باتوں
سے آگاہ کر دیا تو واپس جانے کی اجازت بھی دیدی۔

ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے ایام تشریق میں جب سورۂ اِذَا جَاءَ
نازل ہوئی تو جناب حضرت عمر فاروق رضؓ اور حضرت عباس رضؓ نے کہا اب
رسول اللہ کا وصال شاید قریب آن پہنچا ہے۔ ابن عباس سے مروی ہے
مذکورہ سورۃ کے نزول کے بعد سے آنحضرت خود بھی سمجھنے لگے تھے کہ اُن کا
وصال بہت قریب ہے اس لئے آپ نے مسلمانوں کو جمع کیا۔ اور ایک بڑے
اجتماع میں ضروری مسائل پر خطاب فرمایا۔

مورخ لکھتے ہیں کہ یوم عرفہ میں جب یہ آیتہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ
اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ٥
نازل ہوئی اور آپ نے پڑھ کر سنائی۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ رونے لگے۔
اور یقین کے ساتھ فرمایا کہ رسول اللہؐ کا وصال قریب ہے۔ جب لوگوں
نے پوچھا کہ آپ کو کس طرح یقین ہو گیا کہ حضور کا وصال قریب ہے۔ آپ نے جواب میں
فرمایا کہ جب دین مکمل ہو گیا۔ اور اتمام نعمت کا اعلان ہو گیا تو اب رسول
کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ رسول اللہؐ کا کام اس کے بعد اس دنیا میں شاید ختم
ہے اور نبیوں کی بعثت کی غرض جب پوری ہو جاتی ہے تو وہ خدا سے
جا ملتے ہیں۔ اس آیتہ سے یہی کچھ ظاہر ہے۔

اس دارِ فانی سے رحلت

لکھا ہے کہ حجۃ الوداع سے فراغت پانے کے بعد رسول اللہ ﷺ ذی الحجہ کے مہینے میں مدینہ واپس آ گئے اور اس مہینہ کے باقی دن اور محرم اور صفر کا مہینے مدینہ میں گذارے۔ اس عرصہ میں آپ نے ایک فوج اسامہ بن زید کے ماتحت تیار کی جو شام پر حملہ آور ہونے کے لئے تھی۔ ابھی آپ اس فوج کی تیاری ہی میں مصروف تھے کہ وہ بیماری شروع ہو گئی جو آپ کی وفات کا سبب بن گئی۔ مورخ لکھتے ہیں کہ صفر کی ایک رات باقی تھی کہ یہ بیماری شروع ہو گئی۔ اس کے باوجود دوسرے دن جو کہ جمعرات کا دن تھا آپ نے اسامہ بن زید کے لئے اپنے دست مبارک سے علم نصب کیا اور انہیں اس عظیم سپاہ کی باقاعدہ قیادت کا شرف عطا فرمایا۔ جس میں مہاجر و انصار کے اکابر بھی شامل تھے۔ اس میں حضرت سیدنا ابوبکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ جیسی بزرگ ہستیاں بھی شامل تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اسامہ کو جو کم عمر بھی اور آپ کے آزاد کردہ غلام زید کے بیٹے تھے۔ ان بزرگوں پر جو سبقت عطا فرمائی تو جماعت کے کچھ لوگوں نے اس پر اپنے طور پر تنقید کی جب یہ آواز آپ تک پہنچی تو آپ حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے۔ اس وقت بھی آپ کے سر مبارک پر سرخ پٹی بندھی ہوئی تھی جس سے یہ ظاہر تھا کہ حضور کے سر میں درد ہے۔

ربیع الاول ۱۱ھ کا مہینہ شروع ہو چکا تھا۔ اس کی دس راتیں بھی گذر چکی تھیں اس درد نے گو زیادہ شدت اختیار نہیں کی تھی۔ لیکن بیماری میں کمی بھی نہیں تھی اس کے باوجود آپ باقاعدہ ایک فرض شناس شوہر کے فرائض انجام دیتے ہوئے اپنی ساری ازواج مطہرات کے یہاں تشریف لے جاتے رہے۔

یوم الاحد کے روز بیماری نے شدت اختیار کر لی۔ اس دن جناب میمونہ کی باری تھی۔ جب بیماری نے زور پکڑا۔ تو آپ نے جناب میمونہ کے یہاں ہی تمام ازواج کو طلب فرمایا۔ اور ان سب سے سیدہ عائشہ کے یہاں بیماری کاٹنے کی اجازت لی۔ اس وقت تک کوئی سیدہ یا ساتھی اس بات کا اندازہ نہ لگا سکے کہ یہ آپ کی آخری بیماری ہے۔

چنانچہ آپ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے حجرۂ مبارک میں تشریف لے آئے۔ یہ تشریف آوری اس طرح ہوئی کہ جناب فضل بن عباسؓ اور سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ کو دونوں جانب سے سہارا دئے ہوئے تھے۔ اس کے بعد بیماری شدت اختیار کر گئی۔ یہاں تک کہ جب خاتونِ جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا تشریف لائیں تو آپ خاصے نڈھال تھے اور گفتگو پر بھی اچھی طرح قادر نہ تھے۔ مگر پھر بھی آپ نے جناب سیدہ کو خوش آمدید کہا۔ اور اپنے پہلو میں جگہ دی۔ اور ان کا سر اپنے سر کے قریب کیا اور آہستہ سے کوئی بات کہی جس کو سن کر جناب سیدہ رو پڑیں۔ جب آپ نے انہیں روتے دیکھا۔ تو اپنا منہ ایک بار پھر ان کے سر کے قریب کر کے کچھ کہا۔ تو سیدہ ہنس پڑیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب سیدہ جب لوٹ کر جانے لگیں تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیوں ہنسیں اور کیوں روئیں۔ لیکن سیدہ نے اس وقت یہ راز نہ کھولا۔ البتہ وصال کے بعد بتلایا کہ پہلے مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ہر سال جبریلؑ مجھے ایک بار قرآن سنایا کرتے تھے اور اس سال دو بار سنایا ہے۔ یہ اس لئے کہ میری موت قریب آن پہنچی ہے۔ میں یہ خبر سن کر روئی تھی دوسری بار آپ نے فرمایا اور مجھے خوشخبری دی کہ میں اس امت کی تمام عورتوں کی سردار بنا دی گئی ہوں۔ ایک دوسری روایت میں یوں بھی آتا ہے کہ جناب سیدہ نے یہ بھی فرمایا کہ رسول اللہ نے جب مجھے روتے دیکھا تو دوسری بار فرمایا کہ غم نہ کرو تم بہت جلد میرے پاس آ جاؤ گی۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کے وصال والے دن اور اس سے قبل بھی صبح کے وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ رسول اللہ کی مزاج پرسی کے بعد گھر سے باہر تشریف لائے تو لوگوں نے آپ سے خیریت پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ پہلے سے آپ بہت اچھے ہیں۔ مگر جناب حضرت عباسؓ نے قسم کھا کر کہا نہیں علیؓ بخدا میرا خیال ہے کہ رسول اللہ اس درد سے بہت جلد وصال پا جائیں گے میں موت کے وقت عبد المطلب کی اولاد کے چہروں کو خوب پہچانتا ہوں مجھے ان کے پاس لے چلو تاکہ ہم ان سے ان کے بعد ان کی خلافت کے بارے

میں بھی پوچھ لیں - اگر وہ ہمارے لئے ہے تو بھی ہم جان لیں اور اگر کسی دوسرے کے لئے ہے تو بھی ہمیں معلوم ہو جائے - حضرت علی رض نے جو فرمایا مورخ ابن سعد نے بھی وہی الفاظ لکھے ہیں جو امام بخاری نے لکھے ہیں - ابن سعد نے بھی یہ الفاظ بڑی تحقیق کے بعد تین واسطوں سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں - یہ تینوں واسطے بڑے مستند اور معتبر ہیں اول الزہری دوسرے عمر بن عتبہ اور شعبہ اور تیسرا زید بن اسلم کا حوالہ ہے - لکھا ہے کہ جناب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جناب حضرت عباس رض کو یقین دلایا - کہ آپ کے سوائے اور کون خلافت کا مستحق ہو سکتا ہے - اور کون آپ سے جھگڑ سکتا ہے - حضرت عباس رض حضرت علی رض کی یہ بات سن کر مطمئن ہو گئے اور پھر رسول اللہ کے پاس نہیں گئے - یہی مورخ لکھتے ہیں کہ اسی بیماری میں ایسا وقت بھی آیا تھا کہ رسول اللہ ص کی موجودگی میں خاصا نزاع ہوا کہتے ہیں جب بیماری کا زور زیادہ ہو گیا - تو آپ نے قلم دوات اور کاغذ کا مطالبہ کیا - اور وصیت لکھوانی چاہی تو صحابہ کی ایک جماعت وہاں موجود تھی اس میں حضرت عمر فاروق رض بھی موجود تھے - انہوں نے کہا کہ رسول اللہ پر بیماری غالب آچکی ہے اور تمہارے پاس قرآن اللہ کی کتاب موجود ہے - اور مورخوں نے بھی یہ بات دہرائی ہے اور فرق صرف اتنا ہے کہ یہ بات حضرت عمر رض نے نہیں بلکہ کسی اور شخص نے کہی تھی - اور یہ بھی لکھا ہے کہ لوگوں میں اختلاف پیدا ہوا - بعض کی رائے تھی کہ رسول اللہ وصیت لکھ دیں اور اس لکھنے کو ضروری سمجھا وصیت لکھنے کے حق میں اہل بیت بھی تھے - رسول اللہ ص وصیت میں کیا لکھوانا چاہتے تھے کسی کو کچھ معلوم نہیں بلکہ جب اس اختلاف نے نزاع کی صورت اختیار کر لی تو آپ نے وصیت لکھنے کا ارادہ ملتوی فرما دیا اور لوگوں سے درخواست کی کہ سب اٹھ کر باہر چلے جائیں - اس کے باوجود محدثین اور متقدمین نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ رسول اللہ ص اپنے بعد جناب ابوبکر رض کو خلافت سونپنا چاہتے تھے - اس کا اندازہ ان لوگوں نے اس بات

سے لگایا ہے اور اس میں کئی باتیں شامل ہیں - مثلاً

۱ - حضرت امام احمد فرماتے ہیں کہ اُن تک حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ایک حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ ص پر جب تکلیف غالب آئی تو انہوں نے جناب ابوبکر صدیق رض کی خلافت کی وصیت لکھوانے کی خاطر انہیں طلب کیا تھا - مگر پھر یہ طلبی روک دی -

۲ - امام بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ اس بیماری میں ایک عورت آپ کے پاس آئی جس سے آپ نے کچھ وعدے فرمائے تھے - آپ نے اس سے کہا کہ پھر دوبارہ لوٹ کر آنا - اُس عورت نے کہا کہ اگر میں لوٹ کر آئی اور آپ نہ ہوئے تو - حضور نے فرمایا اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکر رض کے پاس پہنچنا -

۳ - ابن کثیر مورخ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ نے اپنی علالت کے آخری دنوں میں مہاجرین اور انصار سے جو گفتگو فرمائی اُس میں بھی جناب ابوبکر رض کی خلافت کی طرف اشارہ تھا -

۴ - مسجد میں جن مکانوں کے دروازے اندر کی طرف کھلتے تھے ان سب کو آپ نے بند کرا دیا - مگر ابوبکر صدیق کا دروازہ کھلا رکھا اسے بند نہیں کرایا -

۵ - امام بخاری کی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ص نے یہ بھی فرمایا کہ ابوبکر صدیق رض نے مجھ پر اپنی ذات اور اپنے مال کے ذریعہ جو احسان کیا ہے - ایسا کبھی کسی نے نہیں کیا -

۶ - ابن سعد لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ص نے فرمایا - کہ اے لوگو! ابوبکر صدیق رض نے اپنی ذات اور اپنے مال کے ذریعہ مجھ پر دوسروں کی نسبت کہیں زیادہ احسان کئے ہیں - اگر میں کسی کو دوست بناتا تو وہ ابی بکر رض ہوتے مگر اسلام کا بھائی چارہ اور محبت کافی ہے -

۷ - ابن ہشام فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے بیماری کے آخری دور میں ایک خطاب عام فرمایا - یہ خطاب مہاجر و انصار سب کے سامنے تھا اس میں پہلے آپ نے اُحد کے شہداء کے لئے دعائے خیر فرمائی اور پھر اپنے وصال کے بارے میں

اشارہ فرمایا۔ اور کہا کہ اللہ نے اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو یہ اختیار عطا فرمایا۔ کہ وہ دنیا اور اللہ کے یہاں کی زندگی میں سے جو چاہے پسند کرلے۔ اللہ کے اُس بندے نے اللہ کے یہاں کی زندگی کو پسند کرلیا۔
جناب ابوبکر کے سوائے حاضرین میں سے کوئی بھی اِس اشارہ کو نہ سمجھ سکا حضرت ابوبکر سمجھ گئے اور رونے لگے رسول اللہ نے اُنھیں روتے دیکھا تو تسلی دی اور پھر اُن کے بارے میں وہ باتیں کیں جو پیچھے بیان ہوئیں۔

۷۔ بیماری کے آخری تین دنوں میں جب کہ بیماری زیادہ زور پکڑ گئی تھی۔ اور اِس کی شدت کے سبب آپ حجرہ سے باہر نہیں نکل سکتے تھے تو آپ نے اپنی نیابت کا فریضہ حضرت ابوبکرؓ کے سپرد کیا تھا۔ اِس سلسلے میں حضرت عائشہ صدیقہؓ اور عبداللہ بن زمعہ کی دو روایتیں ہیں کہ جب رسول اللہؐ پر بیماری بوجھ بن گئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ اور جب عبداللہ بن زمعہ رسول اللہ کا یہ حکم لیکر مسجد میں آئے تو وہاں ابوبکر صدیقؓ موجود نہ تھے حضرت عمر فاروق کو پایا اور اُس وقت موجود مسلمانوں میں سب سے افضل پایا اِس لئے اُن سے نماز پڑھانے کی درخواست کی جب حضرت فاروق اعظم اُٹھے اور تکبیر کہی چونکہ آپ کی آواز اونچی تھی اس لئے آپ کی آواز رسول اللہ کے کانوں تک پہنچی تو آپ نے دریافت فرمایا کہ ابوبکرؓ کہاں ہیں پھر حضرت ابوبکر کی تلاش میں آدمی کو دوڑایا۔ حضرت ابوبکرؓ اُس وقت تشریف لائے جب حضرت عمرؓ نماز پڑھا چکے تھے۔ ابن سعد نے اِس ردوبدل کیا ہے لکھا ہے کہ جب حضرت عمرؓ کی تکبیر کی آواز حضور نے سنی تو سر مبارک حجرہ سے باہر نکالا اور تین بار فرمایا کہ نہیں نہیں نہیں۔ ابی قحافہ نماز پڑھائینگے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ پیچھے ہٹ گئے اور انتظار کیا جب ابی قحافہ آگئے تو اُنھوں نے نماز پڑھائی۔ اِس روایت کی تائید ابن عمرؓ اور ابی سعید الخذری نے بھی کی ہے۔
نماز ختم ہونے کے بعد رسول اللہؐ کی جگہ امامت کرانے کی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ خود بھی خوب روئے اور لوگوں کو بھی رُلایا

۸۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نہیں چاہتی تھیں کہ اُن کے باپ رسول اللہ کی زندگی میں اُن کی جگہ امامت کرائیں۔ - - - - - - - -

بہرحال متقدمین میں سے کوئی مورخ یا محدث ایسا نہیں ہے جس نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ رسول اللہؐ کی بیماری کے آخری دنوں میں جو تین دن شمار ہوتے ہیں جناب ابوبکر صدیق رضؓ کے سوا کسی اور نے نماز کے وقت رسول اللہؐ کی نیابت کا فریضہ انجام دیا ہو۔

۹۔ یہ کہ ابن سعد روایت کرتے ہیں کہ ایک صبح جب رسول اللہ نے اپنی تکلیف میں کمی پاکر نماز میں شرکت فرمائی اُس وقت حضرت ابوبکرؓ ایک رکعت پڑھا چکے تھے جب آپ کو حضورؐ کی آمد کا علم ہوا تو آپ نے پیچھے ہٹنا چاہا۔ لیکن رسول اللہؐ نے اُن کی پیٹھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر اُنھیں پیچھے ہٹنے سے روک دیا۔ اور اُن کے پہلو میں بیٹھ کر حضرت ابوبکرؓ کی امامت میں نماز پڑھی۔

۱۰۔ ابن سعد نے یہ بھی شمار کیا ہے کہ حضرت ابوبکر نے رسول اللہؐ کا نائب بن کر کتنی نمازیں پڑھائیں اِس شمار میں محمد بن عمر اور ابابکر بن عبداللہ بن ابی سبرہ کا قول نقل کیا ہے۔ کہ آپ نے سترہ نمازیں پڑھائیں۔

۱۱۔ یہ کہ یہ بات تو ہر قسم کے شبہ سے مبرا ہے کہ رسول اللہؐ کی بیماری میں جو کہ آخری بیماری تھی اُس کے آخری حصہ میں حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ کی خواہش اور مرضی کے مطابق نماز پڑھائی۔

۱۲۔ یہ کہ مورخ ابن سعد۔ الطبری اور ابن کثیر فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہؐ اِس بیماری کی شدت کے عالم میں کئی بار مجمع عام میں تشریف لائے۔ اور کئی اہم باتوں پر گفتگو فرمائی۔ لیکن کسی وقت بھی آپ نے امر خلافت پر کوئی بات نہیں کی۔ لکھتے ہیں کہ پہلی بار جب آپ تشریف لائے تو مسجد میں مہاجرین اور انصار کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ پہلے تو آپ نے اُحد کے شہداء کے لئے دعائے مغفرت فرمائی اور اُس کے بعد فرمایا۔ کہ اے مہاجرین کے گروہ تمہاری تعداد دن بدن بڑھتی رہی ہے اور تمہاری حالت میں بھی فرق آتا رہا ہے۔ لیکن انصار پہلی سی حالت پر ہیں۔ وہ میری پناہ گاہ ہیں۔ میں نے اُن کے یہاں جگہ پائی۔ اُن کے اچھوں کی تعظیم کرو۔ اُن کو

اَجر دو - اور اُن کی فروگزاشتوں سے درگزر کرو - اِس کے سوا اَور کسی موضوع پر گفتگو نہیں فرمائی - دوسری بار جب کچھ افاقہ ہوا تو آپ مسجد میں آئے اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا - کہ میں ایک آدمی ہوں اَور تم میں رہتا ہوں - اِس طرح تمہارے مجھ پر اور میرے تم پر حقوق رہے ہیں - اگر میں نے کبھی کسی کو کوئی جسمانی ایذا پہنچائی ہو - تو میرا جسم حاضر ہے - وہ مجھ سے یہیں بدلہ لے لے - اور اگر میں نے کبھی کسی کو کوئی مالی نقصان پہنچایا ہو - تو میرا مال حاضر ہے - وہ مجھ سے یہیں بدلہ لے لے - یا مجھے معاف کر دے تاکہ میں جب اپنے رب کے پاس جاؤں تو مجھ پر ایسی کوئی ذمہ داری نہ ہو اور کوئی شخص یہ نہ کہے کہ مجھے رسول اللہؐ کے غصہ اور انتقام سے ڈر لگتا ہے - یہ دونوں باتیں میری طبیعت اور خلق میں داخل نہیں ہیں - اور اگر کسی کو کوئی اور تکلیف ہو تو مجھ سے کہے میں اُسکے لئے دعا کروں -

تیسرا خطاب آپ کا آخری خطاب تھا - اِس میں بھی آپ نے خلافت پر کوئی بات چیت نہیں کی - صرف اپنے مقام اور فریضہ پر گفتگو فرمائی کہ اے لوگو! مجھ پر کسی کی ذمہ داری نہ ڈالو - میں نے صرف وہی چیزیں حلال کی ہیں جو اللہ نے حلال قرار دی ہیں - اور صرف اُنہیں کو حرام کیا ہے - جنہیں اللہ نے حرام قرار دیا ہے - آخر میں آپ نے اپنی فاطمہؓ اور اپنی پھوپھی صفیہؓ کو پکارا اور فرمایا کہ اے رسول اللہ کی بیٹی اور پھوپھی صفیہؓ اللہ کی پسند کے کام کرو - کہ میں اللہ کے حضور جوابدہی کے وقت تمہارے کوئی کام نہ آسکوں گا -

ابن مسعود کی وساطت سے ابن سعد کی روایت ہے - کہ آخری وقت میں تیمارداری کی خاطر کچھ افراد جب سیدہ عائشہ کے حجرہ میں جمع ہوئے تھے اُن سے بھی رسول اللہؐ نے کچھ باتیں کیں وہ یہ ہیں کہ پہلے تو آپ نے جماعت کے لئے اللہ کی پناہ مانگی اور مدد مانگی پھر فرمایا - میں تمہیں اللہ سے ڈراتا

ہوں - کہ میں اُس کی طرف سے تمہارے لئے نذیر و مبین بنایا گیا ہوں - یاد رکھو - اللہ کے بندوں اَور اُس کے شہروں میں اللہ کے قانون کے خلاف بغاوت اور تعلی کے موجب نہ بنو کہ اللہ نے خود مجھ سے اور تم سے یہی بات کہی ہے - کہ ہم نے آخرت کا گھر اُن لوگوں کے لئے تیار کیا ہے جو اللہ کے قانون کے خلاف اللہ کی زمین میں بغاوت نہیں پھیلاتے اور فساد کے موجب نہیں بنتے - انجام کار فلاح نیکوکاروں کے لئے ہے -

یہ ہمارے ہادیٔ اعظم محبوب رہنما - احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے آخری خطبے ہیں جو ہمارے مورخین نے بڑی تحقیق اور چھان بین کے بعد سپرد قلم کئے ہیں - سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے وصال کے وقت تک کوئی وصیت نہیں فرمائی - آخری الفاظ جو آخر وقت میں آپ کی زبان پر جاری تھے وہ یہ تھے - فی الرفیق الاعلیٰ - فی الرفیق الاعلیٰ -

سیدہ فرماتی ہیں کہ آپ کی زبان پر یہی الفاظ جاری تھے کہ اُن کے بھائی عبدالرحمٰن ایک مسواک لئے ہوئے اندر آئے - رسول اللہ کی نگاہ جب اُن پر اُٹھی - تو آپ کی نگاہ میں مسواک کی طلب تھی - سیدہ نے بھائی کے ہاتھ سے مسواک لی اور اُسے اپنے دانتوں سے نرم کیا - پھر اُسے رسول اللہؐ کی طرف بڑھائی - رسول اللہ کا ہاتھ اُس کی طرف بڑھا - لیکن قوت جواب دے گئی - جناب سیدہ عائشہ صدیقہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ وصال کے وقت اُن کے قریب پانی سے بھرا ہوا ایک طشت رکھا تھا اور آپ گھبراہٹ کے عالم میں اپنا ہاتھ طشت میں ڈالتے اور پانی میں تر کر کے اپنے چہرۂ مبارک پر پھیرتے - آخری بار ہاتھ پانی میں تھا کہ قوت جواب دے گئی - اُس وقت سیدہ عائشہ صدیقہ آپ کے سرہانے بیٹھی تھیں اَور آپ کا سر مبارک سیدہ کے سینے سے لگا ہوا تھا - کہ سانس رُک گیا - تو جناب سیدہ نے گھبرا کر آپ کا سر مبارک اپنی گود سے ہٹا کر ساوہ پر رکھ دیا - اَور اُٹھ کھڑی ہوئیں -

اور دوسری خواتین اور ازواج مطہرات کی طرح رونے لگیں۔ تو جناب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کا سر مبارک اپنی گود میں رکھ لیا۔ پیشانی اور آنکھوں کو بوسہ دیا۔ حضرت علیؓ کے لئے رسول اللہ کا وصال ایک رہنما کا وصال ہی نہیں تھا۔ بلکہ ایک انتہائی مہربان باپ و مربی کا انتقال تھا۔ آپ نے جب سے ہوش سنبھالا تھا۔ اِس وجود پاک کو اپنی آنکھوں کے ہی نہیں ہر لحظہ دل کے قرین پایا تھا۔ اور آج وہی وجود پاک ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اُن سے جدا ہو رہا تھا۔ اُس وقت اور کون کون لوگ وہاں موجود تھے اِس کا صحیح پتہ نہیں لگتا۔ البتہ خواتین میں سیدہ فاطمۃ الزہرا۔ ازواج مطہرات اور حضورؐ کی بعض رشتہ دار موجود تھیں۔ صحابہ میں سے بھی کوئی بجز اسامہ بن زید کے موجود نہ تھا۔ اِس کی وجہ مورخین نے یہی بتلائی ہے کہ امہات المومنین صحابہ کرام سے پردہ کرتی تھیں۔ اس لئے کوئی غیر مرد اندر نہیں جا سکتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اُس وقت سنخ میں اپنی قیام گاہ پر تھے وصال کے وقت موجود نہ ہونے کی وجہ یہ بتلائی گئی ہے کہ بیماری شروع ہونے کے وقت سے ہی بہت سے صحابہ کرام نے مسجد ہی میں ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ محبت اور عقیدت نے اُنہیں گھر جانے کی اجازت نہ دی تھی اُس صبح رسول اللہ کی حالت کچھ بہتر ہوگئی تھی اِس لئے صدیق اکبر بھی اپنی قیام گاہ پر چلے گئے تھے ورنہ اُس روز صبح سے پہلے آپ بھی وہیں موجود ہوتے۔ بہرحال جب حضرت ابوبکرؓ نے وصال کی خبر پائی تو وہاں سے گھوڑے پر سوار ہوکر تیز تیز دوڑاتے مسجد میں پہونچے۔ اور حجرۂ مبارک میں داخل ہونیکی اجازت مانگی پھر اندر گئے چہرۂ مبارک سے چادر ہٹائی روئے انور کو کھولا۔ جھکے۔ اور چوما۔ غم اور بڑھا۔ تو سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ پیشانی پر کئی بار منہ رکھا آنسو بہائے۔ اور کہا۔ وانبیاہ۔ واخلیلاہ۔ واصفیاہ

مسجد میں جو لوگ موجود تھے اُن میں حضرت فاروق اعظم نمایاں تھے آپ نے جب عورتوں کے رونے کی آواز سنی۔ تو مغیرہ بن شعبہ کے ساتھ سیدہ کے حجرے میں آئے رسول اللہ کے چہرۂ مبارک سے چادر ہٹائی اور اُنہیں چپ چاپ دیکھ کر پکارے۔ وَاغشیا مَا اَشَدُّ غشی رَسُولَ اللّٰہ

یعنی اِس غشی کا بُرا ہو۔ رسول اللہ کس بری طرح غش کھا گئے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم کو یہ یقین تھا کہ رسول اللہ غش کھا گئے ہیں اُن کا وصال نہیں ہوا۔ اِسی وجہ سے دروازہ پر جب اُن کے ساتھی مغیرہ بن شعبہ نے اُن سے کہا کہ اے عمرؓ رسول اللہ وفات پا گئے ہیں تو آپ نے سختی سے ڈانٹا۔ اور کہا کہ جھوٹ ہے رسول اللہ نے وفات نہیں پائی۔ اور یہی بات مسجد میں زار زار روتے ہوئے لوگوں سے کہی اور ممبر پر چڑھکر لوگوں کو بھی ڈانٹا۔ خبردار ہم کسی کو یہ کہتے نہ سنیں کہ رسول اللہ وفات پا گئے۔ اُنہوں نے وفات نہیں پائی اُن کو خدا نے اسی طرح اپنے یہاں بلا بھیجا ہے جیسے موسیٰ بن عمران کو بلا بھیجا اور وہ چالیس دن اپنی قوم سے پوشیدہ رہے تھے۔ اِن کا خیال تھا کہ رسول اللہ کی روح چند دن کے لئے اُن کے جسم کو چھوڑ گئی ہے۔ وہ واپس آئے گی اور رسول اللہ پھر اُسی طرح لوگوں میں اُٹھیں بیٹھیں گے جیسے پہلے اُٹھتے بیٹھتے تھے۔ آپ نے اُن لوگوں کو جو رسول اللہ کی وفات پر یقین کر بیٹھے تھے منافق بھی کہا۔ ابھی آپ ممبر پر ہی تھے کہ جناب ابوبکرؓ تشریف لے آئے اور حضرت عمر کو یہ کہتے سُنا تو اُنہیں سختی سے منع کیا اور کہا چپ ہو جاؤ اور ممبر سے اتر آؤ۔ چنانچہ حضرت فاروق اعظم خاموش ہو گئے اور ممبر سے بھی اُتر آئے۔ اُسکے بعد جناب ابوبکر صدیقؓ نے قرآن کی یہ آیتیں تلاوت کیں۔ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّھُم مَّیِّتُوْنَ۔ ـــ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ ؕ

اِس کے بعد فرمایا کہ جو محمدؐ کی پوجا کرتا تھا سو محمدؐ مر گئے اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا سو اللہ زندہ ہے۔ وہ نہیں مرے گا۔

حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا یہ قرآن میں ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا ہاں یہ قرآن کی آیات ہیں۔ اب حضرت عمرؓ کا غم پہلے سے کہیں زیادہ

ہو گیا۔ آنسو جاری ہو گئے اور ہوش حواس بھی ساتھ چھوڑ گئے۔
ابن ہشام اور الطبری لکھتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ کے پاؤں غم کے مارے لڑکھڑا گئے۔ ٹانگوں میں طاقت نہ رہی اور وہ زمین پر گر پڑے تھے۔
لکھا ہے کہ عین اُسی وقت حضرت عباس بن عبدالمطلب حجرہ سے باہر آئے اور مسجد میں بلند آواز سے پکارا کہ اگر رسول اللہؐ نے اس بیماری کے دوران اے لوگو تم سے کوئی وعدہ کیا تھا تو وہ مجھ سے کہدے۔ تمام لوگوں نے بیک آواز کہا کہ ہم سے کسی سے رسول اللہؐ نے کوئی وعدہ نہیں کیا۔ اس آواز پر حضرت عباسؓ نے حضرت عمرؓ کو گواہ بنایا۔ اور پھر لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا اُس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے رسول اللہؐ نے موت کی لذت چکھ لی ہے۔ اِس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ تشریف لائے اور لوگوں کو ہٹاتے ہوئے ممبر تک پہنچے اور اب حضرت عمرؓ خاموش تھے آپ نے پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر قرآن کی وہ آیتیں پڑھیں جو پہلے مذکور ہو چکیں ہیں۔
اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اپنے پاس بلا لیا ہے اور اُنہیں موت عطا کر دی ہے اور وہ ذات باری خود زندہ ہے۔ وہ تم سب کو بھی موت عطا کرے گی۔ یہاں تک کہ تم میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا۔ البتہ اللہ عزوجل ہمیشہ سلامت رہے گا۔ اُس کے بعد یہ آیات کہیں۔
كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ - كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ - كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ إِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۝
اِن ایات کی تلاوت کے بعد فرمایا۔ پروردگار نے محمدؐ کو اُس وقت تک عمر دی اور زندہ رکھا جب تک اللہ کا دین قائم نہیں ہو لیا۔ اور جب تک خدا کی حکومت غالب نہیں آگئی۔ محمدؐ نے اللہ کی پیغامبری کی۔ اُس کے احکام انسانوں تک پہنچائے۔ اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ اِس عالم میں اللہ نے اُنہیں وفات دی۔ جو اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ زندہ ہے اُسے موت

نہیں آئے گی۔ اور جو محمدؐ کو پوجتا تھا اور اُنہیں اپنا معبود جانتا تھا تو اُسکا معبود موت کے سپرد ہوا۔ اے لوگو۔ اللہ سے ڈرو۔ اُس کے دین پر مضبوطی سے قائم رہو۔ اور اپنے رب پر بھروسہ رکھو۔ کہ اُس کا دین قائم ہے۔ اُس کی بات مکمل ہے۔ جو اُس کا کام کرتا ہے۔ وہ اُس کا مددگار ہوتا ہے۔ وہ اپنے دین کو معزز رکھے گا۔ اُس کی کتاب ہمارے پاس موجود ہے۔ وہی نور اور وہی شفا ہے اُسی سے محمدؐ نے ہدایت و راہ نمائی پائی۔ اُس میں اللہ کا حلال بھی ہے اور حرام بھی بہ خدا ہمیں نہیں جانتا۔ اللہ کی مخلوق میں سے کون ہم پر چڑھ دوڑے گا۔ اُس کے استقبال کے لئے اللہ کی تلواریں کھنچی ہوئی ہیں۔ ہم نے اُنہیں محمدؐ کی موت کے بعد نیام میں نہیں کیا۔ اور نہ اُنہیں ہاتھ سے رکھ دیا ہے۔ ہماری جو کوئی بھی مخالفت کریگا۔ ہم اُس کے خلاف جہاد کرینگے۔ جیسے رسول اللہؐ کے ساتھ ہو کر جہاد کرتے رہے ہیں۔ یاد رکھو جو کوئی بھی بغاوت کرے گا۔ اُس کا ذمہ دار وہ ہوگا۔ اور اُس کا عذاب اُس کی جان پر ہوگا۔
یہ خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد آپ مہاجرین کو ساتھ لیکر نعش مبارک کے پاس آئے۔
مورخین کی کثیر تعداد اِس بات سے متفق ہے کہ تیرہ ربیع الاول ۱۱ھ بروز دوشنبہ زوال کے بعد آپ کی وفات ہوئی۔
اب صحابہ میں یہ بات زور پکڑ رہی تھی کہ رسول اللہؐ کو کہاں دفن کیا جائے۔ کچھ نے رائے ظاہر کی کہ مسجد میں دفن کیا جائے۔ کچھ چاہتے تھے کہ صحابہ کے ساتھ قبرستان میں دفن کیا جائے۔ لیکن جناب ابوبکرؓ نے رسول اللہؐ کا یہ قول دُہرایا مَا قُبِضَ نَبِيٌّ إِلَّا دُفِنَ حَيْثُ قُبِضَ۔ کہ نبی وہیں دفن ہوتا ہے جہاں وہ موت کی آغوش میں پناہ لیتا ہے۔ اِس کے بعد آپ کا بستر ہٹا کر وہی جگہ کھودی گئی۔ جہاں آپ کا وصال ہوا تھا۔ جناب حضرت عباسؓ کے حکم سے ابو طلحہ نے اُن کی قبر کھودی۔ جب قبر تیار ہو گئی۔ تو آپ کے غسل کا انتظام کیا گیا۔
جناب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے وصال سے پہلے جناب علی بن ابی طالب کو وصیت فرمائی تھی کہ وہ اُنہیں غسل دیں۔

چنانچہ حضرت علیؓ - حضرت عباسؓ اور آپ کے صاحبزادے حضرت فضلؓ - اور
قثمؓ - اسامہؓ - اور شقران نے آپ کے جسد اطہر کو غسل دیا - اس طرح
کہ جناب عباس دروازہ پر کھڑے تھے - اُن کے بیٹے فضل اور قثم رسول اللہ
کے پہلو بدلتے تھے - اور حضرت علیؓ اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ کے اعضاء
کو دھوتے - اسامہؓ اور شقران پانی ڈالتے تھے - نہلاتے وقت حضرت
علی کہتے جاتے تھے کہ آپ پر میرے ماں اور باپ قربان ہوں آپ زندہ
اور مردہ دونوں حالتوں میں پاک و صاف ہیں -

جب غسل دیا جا چکا تو آپ کو کفن پہنایا گیا - جو تین کپڑوں پر مشتمل تھا -
امام بخاری - امام مسلم - امام ابوداؤد - البیہقی بھی اس بات سے متفق
ہیں کہ رسول اللہؐ کو تین چادروں میں کفن دیا گیا - البتہ کفن کے لئے
ایک حلہ خریدا گیا تھا - جو کفناتے وقت پہنایا نہیں گیا - البیہقی
و الحاکم سیدہ عائشہ کی ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ یہ ایک یمنی حلہ تھی جو
عبداللہ بن ابی بکرؓ کی تھی جس میں رسول اللہ کو کفنانے کے بعد لپیٹ
دیا گیا - اور دفن کے وقت الگ کر لی گئی - جب عبداللہ نے اپنے لئے
محفوظ کر لیا کہ وہ خود اس میں کفنائے جائیں - لیکن بعد میں اُنہوں نے یہ
خیال بدل دیا کہ ایسا کفن نہ پہنیں جس سے رسول اللہؐ نے منع فرمایا ہے -
امام احمدؒ کی ایک روایت ضرور ہے جس میں آپ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ دو
سفید کپڑوں اور ایک سرخ چادر یا حلہ نجرانیہ میں کفنائے گئے -

آپ کو نہلانے اور کفنانے سے فراغت پانے کے بعد آپ کو آپ کے
بستر پر اُسی گھر میں جہاں قبر کھودی گئی تھی رکھ دیا گیا -

اب نماز جنازہ کی تیاری تھی - یہ حجرہ جس میں جسم اطہر رکھا ہوا تھا -

بہت چھوٹا تھا - اس میں صرف پندرہ بیس آدمیوں سے زیادہ نہیں سما سکتے
تھے - اسلئے سب نے ایک ساتھ نماز نہیں پڑھی بلکہ چھوٹے چھوٹے گروہوں کی
شکل میں سب نے نماز ادا کی - لکھا ہے کہ سب سے پہلے اہل بیت نے
نماز پڑھی - اس کے بعد بنی ہاشم اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ
مہاجرین اور انصار کے اتنے لوگوں کے ساتھ اندر آئے جتنے کہ حجرہ میں سما
سکتے تھے - یہ دونوں پکارے کہ اے اللہ کے رسول آپ پر اللہ کی رحمت اور
برکات ہوں مہاجر و انصار نے بھی حضرت ابوبکر کی طرح رسول اللہ کو سلام پیش کیا -
پھر صفیں باندھ لیں اور اس طرح نماز ادا کی کہ کوئی امام نہ تھا - دراصل امام تو
سامنے بے حس و حرکت موت کے دامن میں سوئے لیٹے تھے اتنی جراٴت کون
کرتا کہ یوں موت کے دامن میں سوئے ہوئے امامت کا حوصلہ کرتا - اور یا
پھر انہیں اس نازک وقت میں یہ ہوش نہ رہا کہ اپنے میں سے کسی کو امام بناتے -
اس موقع پر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے اپنا فرض جانا کہ شہادت دیں
چنانچہ یہ دونوں حضرات پہلو بہ پہلو کھڑے ہوئے اور اس طرح شہادت دی -
اے اللہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ان پر جو تو نے نازل کیا وہ انہوں نے بڑی
ذمہ داری کے ساتھ آگے پہنچا دیا - اور لوگوں کو اچھی نصیحت کی اور آپ نے
اللہ کے راستے میں بڑی جد و جہد کی یہاں تک کہ اللہ کے دین کو سربلند
کر دیا - اور ان کی بات غالب آ گئی اور اس ایک پر لوگ ایمان لے
آئے - اے ہمارے معبود ہمیں ان لوگوں میں شامل رکھ جو محمد پر اُتاری
گئی باتوں پر ایمان رکھتے ہیں - اور ان کی پیروی کرتے ہیں - اے ہمارے
معبود ! ہمیں اور محمدؐ کو ایک ساتھ رکھنا - تاکہ تو اُسے ہمارے ساتھ اور پہچانے
ہم اُن کے ساتھ جانے جائیں اور اے ہمارے معبود ! محمدؐ مسلمانوں پر
بڑے مہربان تھے - ہم اس پر اپنے ایمان کے بدلہ میں کوئی عوض اور
صلہ نہیں چاہتے - اور نہ ہم کسی قیمت پر اسے فروخت کریں گے -

جب حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ نے یہ گواہی دی۔ تو باقی ساتھیوں نے اس کی
تصدیق کی۔ یہ لوگ جب باہر نکل آئے۔ تو دوسرے لوگ آئے۔ اور اسی طرح مردوں
کے سارے گروہ یکے بعد دیگرے اندر آئے اور سب نے نماز پڑھی جب تمام مرد
نماز پڑھ چکے تو مسلمان عورتیں اپنے محبوب رہنما و مرشد کو سلام کرنے اور نماز جنازہ
پڑھنے کے لئے چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں اندر آئیں اور نماز جنازہ پڑھ کر واپس
جاتی رہیں۔ عورتوں کے بعد بچوں نے سرورِ عالم کو سلام کیا۔ مورخ لکھتے ہیں کہ
نماز جنازہ کا سلسلہ تین دن تک جاری رہا اور اس وقت تک لوگ آتے رہتے جب تک
کہ آپ کو قبر میں نہ اُتار دیا گیا۔ آپ کا یہ جسدِ مبارک بدھ کے روز آدھی رات کے
وقت قبر میں اُتارا گیا۔ آدھی رات کے وقت قبر میں اتارنے کی وجہ مورخوں نے
یہ لکھی ہے کہ عقیدتمندوں کے گروہ فرصت نہیں لینے دیتے تھے۔
لکھا ہے کہ جن لوگوں نے آپ کو غسل دیا تھا انہیں نے آپ کو قبر شریف میں اُتارا۔
البتہ ایک صحابی حضرت اوس بن خولی بھی جناب حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے
اجازت لیکر قبر میں اُترے تھے۔ اور اس طرح بتاریخ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ بروز
چہارشنبہ آدھی رات کے وقت آپ کو یثرب یعنی مدینۃ الرسول میں سپردِ خاک
کیا گیا۔ اس وقت آپ کی عمر تریسٹھ سال کی تھی۔
مورخوں نے آپ کی عمر میں بھی اختلاف کیا ہے۔ کسی نے ساٹھ اور کسی نے
باسٹھ اور کسی نے پینسٹھ سال بھی لکھی ہے۔ لیکن زیادہ معتبر اور صحیح یہی ہے
کہ آپ کی عمر تریسٹھ سال ہوئی ہے۔ جسے امام احمد۔ امام مسلم۔ امام ترمذی
اور امام البیہقی نے حضرت عباسؓ کے حوالہ سے نقل کی ہے۔
یہی قول سعید بن المسیب عامر الشعبی اور ابی جعفر محمد بن علیؓ کا ہے۔

ادا کر چکی فرض اپنا رسالت ؛ تو اسلام کی وارث اک قوم چھوڑی

وما علینا الا البلاغ۔